دعوت وارشاد

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر حمید اللہ
استاذ الحدیث
پنجاب یونیورسٹی اسلامک سنٹر لاہور

شیخ محمد بشیر اینڈ سنز
ناشران و تاجران کتب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ...عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

دعوۃ وارشاد

- ★ مفہوم
- ★ ضرورت و اہمیت
- ★ دعوت انبیاء علیہم السلام

www.KitaboSunnat.com

ناشر:

شیخ محمد بشیر اینڈ سنز

نزد ملک جلال وقف ہسپتال، چوک اردو بازار، لاہور فون: 7660736

17 JUL 2007

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

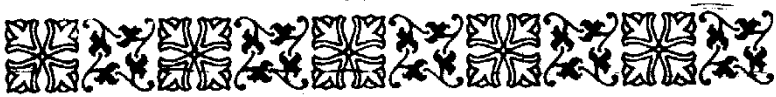

نام کتاب : دعوۃ وارشاد

پرنٹرز : ندیم یونس پرنٹرز، لاہور

ناشر : شیخ محمد بشیر اینڈ سنز
چوک اردو بازار، لاہور فون: 7660736

قیمت : -/45روپے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الانتساب

لِلّٰهِ و لِرَسُولِهِ ولِلتابه

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

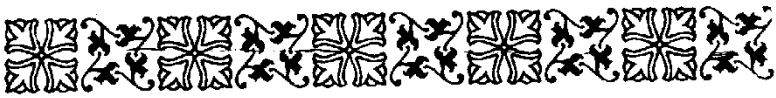

وَمَن اَحسَنُ قولاً مِمَن دَعَا

إلى اللّٰہِ و عَمِلَ صَالِحًا وَ قَال

اِنَنِی مِنَ الْمُسلِمِین

(القرآن)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فہرست

مضمون	صفحہ نمبر
تعریف الدعوۃ	7
دعوت وارشاد کی ضرورت واہمیت	10
داعی کی صفات	17
قصے اور واقعات	22
انبیاء علیہم السلام کی دعوت الی اللہ	35
حضرت نوح علیہ السلام	39
دعوت ھود وصالح علیہما السلام	54
حضرت ابراہیم علیہ السلام	68
حضرت یوسف علیہ السلام	79
حضرت شعیب علیہ السلام	94
حضرت ایوب علیہ السلام	104
حضرت موسیٰ علیہ السلام	110
حضرت عیسیٰ علیہ السلام	124

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۔ تعریف الدعوۃ:

فی اللغۃ:

ذکر علماء اللغۃ معانی کثیرۃ للدعوۃ، منہا: النداء والتسمیۃ والطلب۔ والحث والحض والاستمالۃ۔

(و یطلق لفظ الدعوۃ علی الأذان، و فی الحدیث: "من قال حین یسمع النداء: اللھم رب ھذہ الدعوۃ التامۃ، والصلاۃ القائمۃ، آت محمدًا الوسیلۃ والفضیلۃ، وابعثہ مقامًا محمودًا الذی وعدتہ، حلت لہ شفاعتی یوم القیامۃ"۔

والدعوۃ أیضا: الطلب إلی الطعام، و في الحدیث: "من دُعی فلیجب، فإن شاء طعم، و إن شاء ترک"۔

واشتقاقات مادۃ (دعو) کثیرۃ، منہا: التداعی بمعنی التجمع، یقال: تداعی القوم إلی کذا أی تجمعوا، والدعوی وھو اسم لما یدعیہ، والادعاء: زعم أن کذا لہ إما حقاً أو باطلاً، والدعاء: العبادۃ)۔

ابن منظور: لسان العرب، ۱۴/ ۳۵۷۔ مفردات القرآن، ص ۱۷۰

ترجمہ: لفظ دعوت کا اطلاق اذان پر کیا جاتا ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص اذان سنتے وقت یہ دعا پڑھے "اے اللہ! اس دعوت کامل اور قائم رہنے والی نماز کے رب! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ اور فضیلت عطا فرما اور انہیں اُس مقام محمود سے سرفراز فرما، جس کا آپ نے اُن سے وعدہ کیا ہے" اُسے قیامت کے روز میری شفاعت حاصل ہوگی۔

اور دعوت سے مراد: کھانے کی طرف بلانا ہے۔ حدیث میں آیا ہے: "جس کو دعوت دی گئی ہو وہ ضرور قبول کرے چاہے تو کھالے اور اگر چاہے چھوڑ دے"۔

اور (دعو) کے مادہ (Root) سے بہت سے الفاظ مشتق ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک: تداعی ہے جو اکٹھا ہونے کا معنی ادا کرتا ہے، جیسے کہا جاتا ہے: لوگ فلاں کام کرنے کی جانب اکٹھے ہوئے اور ایک مشتق لفظ (دعوی) ہے جو دعوی کرنے کے معنی میں بطور اسم استعمال ہوتا ہے۔ اور ایک مشتق لفظ (ادعاء) ہے، جس کا معنی کوئی دعوی کرنا ہے خواہ وہ حق ہو یا باطل۔ اور ایک مشتق لفظ (دعاء) ہے، جس کا معنی عبادت ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اصطلاحی مفہوم: الدعوة هي قيام العلماء و المستنيرين في الدين بتعليم الجمهور من العامة ما يبصرهم بأمور دينهم و دنياهم على قدر الطاقة:

(الدعوة الى الاسلام، ابو بكر ذكرى، ص ۸)

دعوت سے مراد ''علماء اور دینی رہنماؤں کا عام لوگوں کی تعلیم و تربیت اس طرح سر انجام دینا ہے کہ وہ حتی المقدور دین اور دنیا کے معاملات میں شعور اور بصیرت سے سرفراز ہوں''۔

الدعوة الاسلامية عند ابن تيمية: حصه الله:

فإن الدعوة الى الله هي الدعوة الى الايمان به، و مما جائت به رُسله بتصديقهم فيما أخبروا به، و طاعتهم فيما أمروا۔

(مجموع الفتاوى ۱۵/۱۵۷۔۱۵۸)

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی نظر میں اسلامی دعوت سے مراد ''اللہ کی طرف دعوت دینا یعنی اُس پر ایمان لانے، اُس کے رسولوں علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مشن کی تصدیق اور اُن کے احکام کی اطاعت کی جانب دعوت دینا ہے''۔

تعريف آخر، قال هي: حث الناس على الخير و الهدى، و الأمر بالمعروف و النهي عن المنكر ليفوزوا بسعادة الآجل و العاجل۔

(علي محفوظ: هداية المرشدين، ص ۱۷)

ایک اور تعریف یہ ہے: ''لوگوں کو خیر و بھلائی، ہدایت، نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کی ترغیب دینا، تاکہ وہ دنیا اور آخرت دونوں میں سعادت (نیک بختی) کے حصول میں کامیاب ہو جائیں''۔

تعريف آخر راعى فيه جل المعاني اللغوية للدعوة، قال هي: "الانتساب إلى الدين الحق، و الحث عليه، و النداء به، و لجهر بمبادئه، و السؤال الذؤب عنه، و جمع الناس كافة للالتفاف حوله، و السير على طريقه القويم، و هديه المستقيم۔

(مرشد الدعاة، محمد عز الخطيب ص ۲۳)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دعوت کی ایک اور تعریف جس میں تمام لغوی معانی کا خیال رکھا گیا ہے یہ ہے۔

''دینِ حق سے حقیقی نسبت، اُس کی ترغیب دینا، اُس کی طرف پکارنا (بلانا) دین کی بنیادوں کو واضحًا بیان کرنا، ہمیشہ اُس کے متعلق پوچھتے رہنا اور تمام لوگوں کو اُس کے گرد جمع کرنا اور اُس کے مستحکم راستے اور راہ راست پر چلنے کی دعوت دینا ہے''۔

تعريف آخر، روعي فيه بيان مجالات الدعوة و مضامينها، قال: هي "الحث على فعل الخير، واجتناب الشر، والأمر بالمعروف و النهي عن المنكر، والتحبيب بالفضيلة، والتنفير عن الرذيله، واتباع الحق، و نبذ الباطل"۔

(المرجع السابق ص ٧٤)

اُس کی ایک اور تعریف جس میں دعوت کے مختلف میدانوں اور مضامین کا خیال رکھا جاتا ہے، یہ ہے:

''خیر و بھلائی سرانجام دینے، برائی سے اجتناب کرنے، نیکی کا حکم دینے، برائی سے روکنے، فضائل اخلاق سے محبت اور برے اخلاق سے نفرت، حق کی پیروی اور باطل سے دوری اختیار کرنے کی ترغیب دینا ہے''۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دعوت وارشاد کی ضرورت اور اہمیت

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں ارشاد فرمایا:

یَاْمُرُھم بالمَعْروف وَ ینھاھم عَنِ الْمنکرِ" (الاعراف:157)

کہ وہ ان کو معروف کا حکم دیتے ہیں اور منکر سے روکتے ہیں۔

قرآن کریم نے لقمان کی نصیحت نقل کی ہے:

یٰبُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوۃ وامر بالمعروفِ وَانہَ عَنِ الْمنکَر وَاصبر عَلٰی مَا اَصابکَ اِنَّ ذٰلِکَ مِن عَزمِ الْاُمور (لقمن: 17)

اے میرے بیٹے نماز قائم کر معروف کا حکم دے اور ''منکر'' سے منع کر اور اس راہ میں جو تکلیف پہنچے اس پر صبر کر یقیناً یہ بڑی عزیمت کا کام ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں امام جصاصؒ فرماتے ہیں:

انما حکی اللہ تعالیٰ لنا ذالك عن عبدہ لنقتدی بہ و نفتھی الیہ۔ [۶]

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کی یہ نصیحت ہمیں اس لئے سنائی ہے کہ ہم اس کی اتباع کریں اور اس تک پہنچیں۔

دعوت وارشاد کو اہل علم نے پیغمبروں کا کام کہا ہے:

ابن تیمیۃ رح فرماتے ہیں:الامر بالمعروف و النھی عن المنکر الذی انزل اللہ بہ کتبہ و ارسل بہ رسلہ من الدین۔[۷]

اللہ نے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے حکم کے ساتھ اپنی کتابیں نازل کیں اور اپنے رسول بھیجے۔یہ دین کا ایک جز ہے۔

علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں:

ان الامر بالمعروف و النھی عن المنکر کان واجبا فی الامم المتقدمۃ و ھو فائدۃ الرسالۃ و خلافۃ النبوۃ [۸]

معروف کا حکم دینا اور منکر سے روکنا پچھلی امتوں پر واجب تھا یہی رسالت کا فائدہ ہے اور یہی نبوت کی جانشینی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام رازیؒ فرماتے ہیں:

الامر بالمعروف و النهی عن المنکر، الایمان بالله ان هذه الصفات الثلاثة کانت حاصلة فی سائر الامم ۔[۹]

امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور خدا پر ایمان یہ تینوں صفتیں تمام امتوں میں موجود تھیں۔

علامہ رشید رضاؒ مصری لکھتے ہیں:

قد جدت سنة الانبیاء و المرسلین و السلف الصالحین علی الدعوة الی الخیر و الامر بالمعروف و النهی عن المنکر و ان کا محفوفا بالمکاره و المخاون [۱۰]

انبیاء و مرسلین اور سلف صالحین کی یہ سنت رہی ہے کہ انہوں نے خیر کی دعوت دی معروف کا حکم دیا اور منکر سے منع کیا۔ اگر چہ یہ کام مشقتوں اور تکالیف سے گھرا ہوا ہے۔

امت مسلمہ کا فرض منصبی ہے۔

ارشاد باری ہے: کنتم خیر امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف و تنهون عن المنکر و تؤمنون بالله۔ (آل عمران:110)

تم بہترین امت ہو جسے لوگوں (کی ہدایت) کے لئے نکالا گیا ہے تم معروف کا حکم دیتے ہو اور منکر سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

اس آیت کریمہ میں امت مسلمہ کو "خیر امت" کہا گیا ہے اور اس کی دو صفتیں بیان ہوئی ہیں۔ ایک یہ کہ وہ معروف کا حکم دیتی اور منکر سے روکتی ہے اور دوسری یہ کہ وہ اللہ پر ایمان رکھتی ہے۔ اللہ پر ایمان یہ ہے کہ انسان اس کو اپنا معبود اور حاکم مانے اور اس کے احکام کو بے چون و چرا تسلیم کرے۔ ایمان یقین قلب اور کامل اتباع کا دوسرا نام ہے۔ چنانچہ مفسر خازن نے اس موقع پر ایمان باللہ کی تشریح ان الفاظ میں کی ہے: "و تومنون باللّٰه" ای و تصدقون بالله و تخلصون له التوحید و العبادة [۱۱]

تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو، یعنی تم اس کی وجود کی تصدیق کرتے ہو، اس کو سچے دل سے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک مانتے ہو اور اس کی بندگی کرتے ہو۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس امت کو، خیر امت کا لقب اس لئے ملا ہے کہ ایک طرف تو وہ شر سے بھری ہوئی دنیا کے لئے خیر ثابت ہوگی اور سیدھی راہ دکھائے گی اور دوسری طرف خدا کی کامل اطاعت اور فرمانبرداری کرے گی یہ دو طریفہ کام اس امت کو اتنے اونچے مقام پر پہنچا دیتا ہے کہ کوئی بھی امت اس عظمت کو پا نہیں سکتی۔ اس کام کی وجہ سے اس کے اندر پیغمبرانہ شان پیدا ہو جاتی ہے اور جس امت میں پیغمبرانہ شان پیدا ہو جائے اللہ کی اس زمین پر اس سے بہتر کوئی دوسری قوم ہے نہ ہو سکتی ہے۔

علامہ صاوی اس آیت کی تشریح میں فرماتے ہیں:

هذه الامة لها شبه بالانبياء من حيث انما مهتدية في نفسها هادية لغيرها۔[۱۲]

اس امت کو انبیاء سے ایک گونہ مشابہت ہے۔ اس طرح کہ وہ خود بھی راہ یاب ہے اور دوسروں کو بھی راہ دکھاتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ''امر بالمعروف و نہی عن المنکر'' اور اللہ پر ایمان اور اس کی اطاعت ''خیر امت'' کی امتیازی خصوصیات ہیں۔ اگر وہ ان خصوصیات کو کھو دے تو اس کی عظمت اس سے چھن جائے گی اور اس میں اور دنیا کی دوسری قوموں میں کوئی فرق نہ ہوگا۔

حضرت عمرؓ نے ایک حج کے موقع پر مذکورہ بالا آیت پڑھی اور فرمایا:

يا ايها الناس من سره ان يكون من تلك الامة فليود شرط الله منها'' [۱۳]

اے لوگو! تم میں سے جو شخص اس 'خیر امت' میں شامل ہونا چاہے تو اس کے لئے اللہ نے جو شرط رکھی ہے وہ پوری کرے۔

علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں:

تامرون بالمعروف و تنهون عن المنكر مدح لهذه الامة ما اقاموا ذلك واتصفوا به فاذا تركوا التغيير وتواطئوا على المنكر زال عنهم اسم المدح ولحقهم اسم الذم و كان ذلك سببا لهلا كهم۔[۱۴]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ ''تم معروف کا حکم دیتے رہے اور یہ صفت اس کے اندر پائی جائے۔ لیکن اگر وہ ''منکر'' کو بدلنے کا کام چھوڑ دے اور منکر پر اتفاق کر لے تو اللہ تعالیٰ نے اسے جو تعریفی نام دیا ہے وہ اس سے چھن جائے گا اور اس کے مذمت چپک جائے گی اور یہی چیز اس کی ہلاکت کا سبب ہوگی۔

امام رازی نے اسی حقیقت کو فقہی اور قانونی زبان میں اس طرح بیان کیا ہے:

''اصول فقہ کا ایک مانا ہوا قاعدہ ہے کہ کسی حکم کا اس کے مناسب وصف کے ساتھ ذکر کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ وصف اس حکم کی علت ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے اس امت کے لئے ''خیر'' کے وصف کا اعلان کیا ہے پھر اس کے ساتھ ہی اس حکم اور ان عبادات کا یعنی امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور ایمان کا ذکر فرمایا ہے۔ اس سے لازم آیا کہ یہی عبادات 'خیر' کے اس وصف کی علت ہیں'' [۱۵]

امر بالمعروف ونہی عن المنکر اہل ایمان کی ایسی صفت ہے جو ان سے کسی بھی حال میں جدا نہیں ہو سکتی۔ مؤمن کی تصویر جب کبھی سامنے آئے گی تو اس میں یہ خوبی ضرور شامل ہوگی۔ اس کے بغیر مؤمن کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا۔ ایمان کا معیار مطلوب یہ نہیں ہے کہ آدمی اپنے دامن کو معصیت سے بچائے رکھے بلکہ حقیقی ایمان وہ ہے جو ڈوبتی ہوئی انسانیت کو سہارا دیتا اور کفر وشرک کے خلاف دل کی بیتابی پیدا کرتا ہے۔ جو ایمان دنیا کو محروم ہدایت دیکھ کر نہ تڑپ اٹھے اور وہ اپنی حقیقت کھو چکا ہے اور اس میں ایمان کی شان باقی نہیں ہے۔

قرآن کریم نے امت مسلمہ کو 'خیر امت' کہا ہے کیونکہ وہ معروف کا حکم دیتی ہے اور منکر سے روکتی ہے اور اللہ پر ایمان رکھتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ 'خیر امت' بننے اور راہ راست پر قائم رہنے کے لئے صرف ذاتی صفات مطلوب نہیں ہیں بلکہ اس کے لئے دوسروں کی ہدایت اور رہنمائی کے اوصاف بھی ضروری ہیں۔

حضرت لقمان کی نصیحت میں اقامت صلوۃ کے ساتھ 'امر بالمعروف ونہی عن المنکر' کا ذکر موجود ہے۔ یہ حقیقت میں تکمیل ذات اور تکمیل غیر کے دو عنوانات ہیں۔ علامہ سید محمد آلوسی اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یبنی اقم الصلوۃ، تکمیلا لنفسك ـــ (وامر بالمعروف و انه عن المنکر تکمیلا لِغَیرِكَ [۱٦]

اے میرے بیٹے نماز قائم کروانی ذات کی تکمیل کے لئے ..... اور معروف کا حکم اور منکر سے روکو دوسروں کی تکمیل کے لئے۔

ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

و من عبادته و طاعة امره الامر بالمعروف و النهی عن المنکر بحسب الامکان ـ[۱۷]

اللہ کی عبادت اور اس کی اطاعت میں یہ بات بھی شامل ہے کہ اپنے امکان کی حد تک معروف کا حکم دیا جائے اور منکر سے روکا جائے۔

امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی اہمیت احادیث کی روشنی میں:

نبی پاک ﷺ نے فرمایا: تمہیں نیکیوں کا حکم دینا چاہیئے اور برائیوں سے روکنا چاہیئے اور نادان کا ہاتھ پکڑ کر اسے راستی اور حق کے راستہ پر گامزن کرنا چاہیئے ورنہ عنقریب اللہ تعالیٰ تم پر اپنے پاس سے عذاب نازل فرمائے گا جس کے بعد اگر تم دعائیں بھی مانگو گے تو تمہاری دعائیں قبول نہیں ہوں گی۔[۱۸]

نبی مکرم ﷺ نے مثال کے ذریعے اس بات کو یوں سمجھایا:

اور اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم کرنے والے یعنی نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روک دینے والے کی مثال اور اس کی حدود کو پامال کرنے والے یعنی برائی کرنے والے کی مثال ایسی ہے جیسے ایک قوم نے ایک کشتی میں سوار ہونے کے لئے قرعہ ڈالا۔ چنانچہ بعض کے حصہ میں اوپر کی منزل میں بیٹھنا نکلا اور بعض کے نیچے بیٹھنا نصیب ہوا۔ نیچے والوں نے جنہیں پانی لینے کے لئے اوپر جانا پڑتا تھا یہ سوچا کہ کیوں نہ ہم نچلی منزل (تہ خانے) میں ہی کوئی سوراخ کر لیں اور یہیں سے پانی نکال لیا کریں تاکہ ہمیں اوپر نہ جانا پڑے۔ اب یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ اگر انہوں نے اپنی تدبیر پر عمل کیا تو کشتی اور کشتی والے سب ڈوب جائیں گے۔ اسی لئے نبی محترم ﷺ نے فرمایا، اگر اوپر والوں نے قوت کے ساتھ نیچے والوں کا ہاتھ نہ پکڑا اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کام سے باز نہ رکھا تو خود بھی ڈوبیں گے اور انہیں بھی لے ڈوبیں گے اور اگر انہیں باز رکھا اور منع کیا تو خود بھی محفوظ رہیں گے اور دوسروں کو بھی بچالیں گے۔[۱۹]

یہ مثال واقعات وحقائق کے عین مطابق ہے اور واقعہ یہ ہے کہ برائی کا غلبہ ہو اور ان کا انسداد نہ کیا جائے تو ان کے اثرات ہر نیک و بد پر پڑ کر رہیں گے۔

حضرت ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص بھی برائی کو دیکھ پائے وہ اس کو ہاتھ (قوت) سے روکنے کی کوشش کرے اگر اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو زبان سے منع کرے اگر اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو دل میں برا جانے یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔(مسلم)[۲۰]

ظالم بادشاہ کے سامنے کلمہ حق کہنا بہترین جہاد ہے۔[۲۱]

حضرت اسامہ بن زید بیان کرتے ہیں کہ میں نے سنا کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے قیامت کے دن ایک آدمی کو دوزخ میں ڈالا جائے گا تو اس کے پیٹ کی آنتیں باہر نکل پڑیں گی وہ آنتوں کو لے کر یوں گھومے گا جیسا کہ گدھا چکی کے گرد گھومتا ہے۔ چنانچہ دوزخی اس کے پاس جمع ہو کر کہیں گے اے فلاں! تیرا حال ایسا کیوں ہے؟ کیا تو نیکی کا حکم نہیں دیا کرتا تھا اور برائی سے روکتا نہیں تھا وہ کہے گا ہاں! میں نیکی کا حکم دیتا تھا لیکن خود عمل نہیں کرتا تھا اور برائی سے روکتا تھا مگر خود نہیں رکتا تھا۔[۲۲]

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس قسم کے فتنوں سے محفوظ رکھے۔ آمین

رسول اللہ ﷺ کا یہ بھی ارشاد ہے: اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کی امت میں ایسے لوگوں کو پیدا کر دیا تھا جو اپنے نبی کی سنت پر چلتے اور ان کے حکم کی پیروی کرتے تھے ان کے بعد ایسے لوگ پیدا ہوئے جنہوں نے نبیوں کی پیروی کو چھوڑ دیا۔ ان کا قول ان کے فعل کے اور ان کا فعل ان کے قول کے مخالف تھا جس کام کرنے کا حکم نہیں دیا گیا تھا اس کو کرتے تھے اور جس کام کے کرنے کا حکم دیا گیا تھا وہ نہیں کرتے تھے اور جو ان سے ہاتھ سے جہاد کرے وہ مؤمن ہے، اور جو زبان سے جہاد کرے وہ مؤمن ہے اور جو دل سے جہاد کرے وہ مؤمن ہے، پھر اس کے بعد ایمان کا شائبہ بھی نہیں۔[۲۳]

اسلام امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لئے آیا ہے، اور امر بالمعروف نہی عن المنکر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور جہاد فی سبیل اللہ دونوں ایک ہی حکم کے دو نام ہیں۔ پس وہ ہر کوشش جو حق کے لئے ہو اور ہر وہ مال جو سچائی اور نیکی خاطر ہو اور ہر وہ محنت اور مشقت جو صداقت کے نام پر ہو، ہر وہ تکلیف اور مشقت و مصیبت جو اپنے جسم و جان پر ہو اور وہ راہ حق میں برداشت کی جائے، ہر وہ تہہ خانہ کی زنجیر اور بیڑی جو اعلان حق کی وجہ سے پاؤں میں پڑے، ہر وہ پھانسی کا تختہ جس پر جمال حق و صداقت کا عشق لے جا کر کھڑا کر دے، غرضیکہ ہر قربانی جو بذریعہ جان و مال اور زبان و قلم کی سچائی اور حق کی راہ میں کی جائے جہاد فی سبیل اللہ اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہے۔

حوالہ جات

[۶] احکام القرآن، 592/2

[۷] الحسبۃ فی الاسلام، ص63

[۸] الجامع لأحکام القرآن، 47/4

[۹] مفاتیح الغیب، 27/3

[۱۰] تفسیر القرآن الحکیم (المنار)، 32/4

[۱۱] لباب التاویل فی معنی التنزیل، 339/1

[۱۲] حاشیۃ الصاوی علی تفسیر الجلالین، 153/1

[۱۳] جامع البیان عن تأویل آی القرآن، 28/4

[۱۴] الجامع لأحکام القرآن، 173/4

[۱۵] مفاتیح الغیب، 27/3

[۱۶] روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی، 89/21

[۱۷] رسالۃ العبودیۃ، ص9

[۱۸] سنن الترمذی، کتاب الفتن، باب الامر بالمعروف والنہی عن المنکر، 406/4

[۱۹] البخاری مع فتح الباری، کتاب الشرکۃ، باب6، 132/5-133

[۲۰] صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب وجوب الامر بالمعروف والنہی عن المنکر 69/1

[۲۱] سنن النسائی، کتاب البیعۃ، باب فضل من تکلم بالحق، 161/7

[۲۲] البخاری مع فتح الباری، کتاب بدء الخلق، باب صفۃ النار، 331/6

[۲۳] صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب 20، 69/1

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

داعی کی صفات

۱- اخلاص: اخلاص کا معنی: تمام امور میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اس طرح چاہنا کہ ہر قسم کے نام ونمود، دکھاوے کی، شہرت اور ناجائز دنیاوی منفعت کے حصول سے انسان روگردانی کرے۔

امام راغب اصفہانیؒ کے مطابق: اللہ کے سوا ہر ایک سے برأت کا اعلان اخلاص ہے۔

ان تعریفات کی روشنی میں معلوم ہوا کہ ایک داعی کے لئے ضروری ہے کہ اپنے اعمال، اقوال، وعظ ونصیحت اور دیگر تمام معاملات کے اندر صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کو ملحوظ رکھے۔ شہرت مطلوب ہو، نہ دنیاوالوں کی تعریف کی خواہش ہو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وما أمروا إلا ليعبدوا الله مخلصين له الدين" (البيّنة:5)

انہیں اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا کہ صرف اللہ کی عبادت کریں اسی کے لئے دین کو خالص رکھیں۔

یہ بھی فرمان الٰہی ہے (فاعبد الله مخلصاً له الدين، الا لله الدينُ الخالص (الزمر:2-3)

اللہ ہی کی عبادت کریں اسی کے لئے دین کو خالص کرتے ہوئے۔ خبردار! اللہ تعالیٰ ہی کے لئے خالص عبادت کرنا ہے۔

اخلاص کی اہمیت اس لئے بھی ہے کہ بغیر اخلاص کے کوئی بھی نیکی اللہ کے ہاں قابل قبول نہیں۔

نبی پاک ﷺ نے کچھ یوں فرمایا: قیامت میں جب اس شخص کا فیصلہ ہوگا جو جو شہید ہوا تو اسے اللہ تعالیٰ کے پاس لایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں کے بارے میں اس کو بتلائے گا وہ انہیں پہچان لے گا اللہ تعالیٰ پوچھے گا: تو نے ان کے لئے کیا کام کیا؟ وہ بولے گا میں لڑا تیری راہ میں یہاں تک شہید ہوا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو نے جھوٹ بولا تو لڑا اس لئے تھا تاکہ لوگ تجھے بہادر کہیں۔ سو تجھے بہادر کہہ دیا گیا۔ حکم ہوگا اور اس کو اوندھے منہ گھسیٹتے ہوئے جہنم میں ڈال دیا جائے گا اور ایک (دوسرا) شخص جس نے دین کا علم سیکھا اور قرآن پڑھا ہوگا اس کو اللہ تعالیٰ کے پاس لائیں گے۔ وہ اپنی نعمتیں دکھلا دے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گا وہ شخص پہچان لے گا تب کہا جائے گا تو نے اس کے لئے کیا عمل کیا ہے؟ وہ کہے گا: میں نے علم پڑھا اور پڑھایا اور قرآن پڑھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو جھوٹ بولتا ہے تو نے اس لئے علم پڑھا تھا کہ لوگ تجھے عالم کہیں اور قرآن اس لئے پڑھا تھا کہ لوگ قاری کہیں۔ تجھ کو عالم اور قاری دنیا میں کہہ دیا گیا۔ پھر حکم ہوگا اور اس کو منہ کے بل گھسیٹتے ہوئے جہنم میں ڈال دیں گے۔ اور ایک (تیسرا) شخص جسے اللہ تعالیٰ نے مال دیا تھا بلکہ سب طرح کے مال دیئے تھے اس کو اللہ تعالیٰ کے پاس لایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو اپنی نعمتیں دکھلائے گا، وہ پہچان لے گا۔ اللہ تعالیٰ پوچھے گا: تو نے اس کے لئے کیا عمل کئے؟ وہ کہے گا: میں نے خرچنے کی کوئی ایسی راہ نہیں چھوڑی جس میں مال خرچ کرنا تو خرچ کرتا تھا (یعنی میں نے ہر اس راستے پر مال خرچ کیا جو تجھے پسند تھا) اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو جھوٹا ہے، تو نے اس لئے خرچ کیا تھا کہ تا کہ لوگ تجھے سخی کہیں سو تجھے دنیا میں سخی کہہ دیا گیا، پھر حکم ہوگا اور اسے منہ کے بل گھسیٹتے ہوئے جہنم میں ڈال دیں گے۔[۱]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک داعی کے لئے خالصۃ بوجہ اللہ جہاد کرنا فرض ہے۔ دوسری بات قرآن کی تعلیم اور تعلم کا سلسلہ میں جاری رکھنا چاہیئے اور تیسری یہ کہ اللہ کی خوشنودی کے لئے اس کی راہ میں انفاق کا سلسلہ بھی جاری وساری رکھنا چاہیئے۔

اخلاص کے منافی اعمال سے بچنا بھی ضروری ہے۔ ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

1- کسی شخص سے دعوت کا معاوضہ (مزدوری) مانگنا:

2- لوگوں کی خوشنودی چاہنا۔

3- دکھلاوا مقصود ہونا، حصول منفعت کے لئے یا دنیاوی نقصان سے بچنے کے لئے۔

بے غرض خدمت کا جذبہ: داعی کے لئے انبیاء کا طریقہ اپنانا لازم ہے۔

انبیاء علیھم السلام کا بنیادی دعوی یہ تھا کہ ہم کوئی دنیاوی اجر نہیں چاہتے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ ان کے طرز عمل کے بارے میں خبر دیتے ہوئے فرماتا ہے: (حضرت نوحؑ کا فرمان)۔

”وَ یَا قَومِ لَا أَسئَلُکُم عَلَیهِ مَا لًا اِن اَجرِیَ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ (ھود:29)

میری قوم میں تم سے اس پر کوئی مال نہیں مانگتا۔ میرا ثواب تو صرف اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے۔

اسی طرح حضرت ھودؑ نے اپنی قوم سے فرمایا: یَا قَومِ لَا اَسئَلُکُم عَلَیهِ اَجرًا اِن اَجرِیَ اِلَّا عَلَی الَّذِی فَطَرَنِی (ھود : 01)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اے میری قوم! میں تم سے اس کی اجرت نہیں مانگتا۔ میرا اجر اس کے ذمے ہے جس نے مجھے پیدا کیا۔

اسی طرح دیگر انبیاء علیہ السلام نے بھی اس بات کا اعلان کیا تھا۔

دیکھئے الشعراء: 109, 127, 164, 180

نبی محترم ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا حکم یہ تھا: (قل ما سألتكم من أجر فهو لكم إن أجري إلا على الله (سباء:47)

کہہ دیجئے: کہ جو بدلہ میں تم سے مانگوں وہ تمہارے ہی لئے ہے۔ میرا بدلہ تو اللہ تعالیٰ ہی کے ذمے ہے۔ مزید دیکھئے (سورہ ص: 86، الانعام : 90)

لہٰذا داعی کے لئے بغیر کسی دنیاوی غرض اور معاوضے کے دین کی خدمت کرنا ضروری ہے۔ بقدر حاجت اگر اس کام کے لئے تنخواہ لے بھی لے تو جائز ہے۔

جو شخص دعوت دین کا کام کرتا ہو اس کو یہ حقیقت یاد رکھنی چاہیئے کہ وہ ایک ایسا کام کر رہا ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا تھا اور جسے خود نبی مکرم ﷺ اور صحابہ کرام نے انجام دیا تھا۔ اخلاص کے بغیر جو شخص دعوت کا کام انجام دیتا ہے گو بظاہر وہ پیغمبرانہ کام انجام دیتا ہے لیکن یہ کام اس روح سے خالی ہے جو پیغمبروں کے کام میں ہوتی ہے۔ امام نظام الدین نیشاپوری فرماتے ہیں: كل ذلك ايمانا و احتسابا لا سمعة و لا رياء و لا لغرض من الاغراض النفسانية و الجسمانية و ذلك ان هذه الدعوة منصب النبي ﷺ و خلفاء الراشدين بعده ۔[۲]

''یہ سب کچھ ایمان کے جذبے اور ثواب کی نیت سے ہو، نہ کہ شہرت اور ریا اور نفس و جسم کی کسی غرض کی تکمیل کے لئے۔ اس لئے کہ یہ دعوت نبی ﷺ اور آپ کے بعد خلفاء راشدین کا منصب ہے''۔

دعوت و ارشاد کا فرض جس عظیم مقصد کے لئے انجام دیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ کی زمین پر اللہ کا کلمہ بلند ہو اور اس کا دین غالب آئے۔ انسان صرف اللہ کا بندہ بن جائے اور باطل سے نجات پائے۔ یہ بہت ہی مقدس کام ہے۔ اس میں اگر اخلاص نہیں ہے تو ہو سکتا ہے کہ اس سے انسان کے نفس کی تسکین ہو جائے اور دنیا میں اس کی تعریف ہونے لگے لیکن اللہ کے ہاں اس کے اجر کی کوئی توقع نہیں کی جا سکتی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

2۔ جذبہ خیر خواہی: مبلغ (داعی) جذبہ خیر خواہی سے سرشار ہوتا ہے۔ بندوں کی تباہ حالت دیکھ کر اس کا دل کڑھتا ہے اور خیر خواہی کا جذبہ اسکے دل میں یہ امنگ پیدا کرتا ہے کہ کس طرح ان کی حالت سدھر جائے۔ ٹھیک اسی طرح جس طرح باپ اپنے بیٹے کی رشد و ہدایت کا طالب محض پدرانہ شفقت اور خیر خواہی کی بناء پر ہوتا ہے۔ یہی جذبہ جب ھود علیہ السلام کو بے چین کرتا ہے تو وہ اپنی امت کو کہتے ہیں: وَ انا لکم ناصح امین "یعنی میں تمہارے حق میں دیانتدار نصیحت کرنے والا ہوں (مخلص ناصح) ۔(اعراف: 79)

اسی طرح حضرت صالح علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام نے بھی اپنی امتوں کے ساتھ خیر خواہی کا اعلان فرمایا (دیکھئے اعراف: 68, 79)

نبی اقدس ﷺ کے متعلق قرآن کا ارشاد ہے:

"لقد جاء کم رسول من انفسکم عزیز علیه ما عنتم حریصٌ عَلَیکم بالمومنین رؤفٌ رحیم (توبہ: 128)

یعنی تمہارے پاس تمہی میں سے ایک رسول آیا جس پر تمہارا تکلیف میں پڑنا شاق ہوتا ہے۔ تمہاری بھلائی کا خواہشمند ہے اور ایمان والوں پر مہربان اور رحیم ہے۔

علم: حصول علم عمل پر مقدم ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فاعلم انه لا اله الا الله و استغفر لذنبك (سورۃ محمد: 19)

پس اے نبی خوب جان لو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور اپنے قصور کے لئے معافی مانگو۔

داعی بننے اور دعوت وارشاد کے میدان میں قدم رکھنے سے پہلے علم وبصیرت ضروری ہے۔ جہالت کی بنیاد پر دعوت دینے والا بجائے ثواب کے گناہ میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

لہٰذا ایک داعی (مسلم) کے لئے احکام الٰہی، حلال وحرام، جائز و ناجائز وغیرہ کے متعلق معلومات حاصل کرنا ضروری ہے۔ حصول علم کے لئے بنیادی ماخذ کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ ہیں۔

علم کی فضیلت: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: قل رب زدنی علما (طہ: 114)

کہہ دیجئے اے میرا رب میرے علم میں اضافہ فرما۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يرفع الله الذين امنوا منكم و الذين او توا العلم درجات۔(مجادلہ:11)
تم میں سے جولوگ ایمان رکھنے والے ہیں اور جن کو علم بخشا گیا ہے۔اللہ ان کو بلند درجے عطا فرمائے گا۔

اور ارشاد نبوی ﷺ ہے: اللہ تعالیٰ کسی کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرے تو اس کو دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے خود اہل علم کو اپنی توحید کی اثبات پر گواہ مقرر فرمایا: شهد الله انه لا اله الا هو و الملائكة و اولوا العلم قائماً بالقسط لا اله الا هو العزيز الحكيم (آل عمران:18)

اللہ تعالیٰ نے خود اس بات کی گواہی دی ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور فرشتے اور سب اہل علم بھی راستی اور انصاف کے ساتھ گواہ ہیں کہ اس زبردست حکیم کے سوا فی الواقع کوئی اللہ نہیں۔

علم کا خود اہل علم کو بھی فائدہ پہنچتا ہے اور متعلمین کو بھی۔ علم کے ذریعے لوگ راہ راست پر آتے ہیں اور اللہ کو پہچانتے ہیں اس لئے امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ کا فرمان ہے کہ علم کی احتیاج (ضرورت) کھانے پینے کی ضرورت سے زیادہ ہے۔کھانا دن میں دو یا تین وقت درکار ہوتا ہے جب کہ علم کی ہر سانس پر ضرورت ہے۔ اسی لئے طلب علم نفلی عبادت سے افضل ہے۔اسی طرح کے اقوال امام ابوحنیفہ، مالک اور شافعی رحمھم اللہ کے بھی ہیں۔سنت نبویہ میں بھی علم کی فضیلت پر بہت سے دلائل موجود ہیں۔لہٰذا ایک داعی کا ربط و تعلق علم اور علماء کے ساتھ ہونا ضروری ہے۔

4۔ شعور کامل: دنیاوی زندگی کے بارے میں عارضی ہونے اور اخروی زندگی کے دائمی ہونے پر یقین کامل رکھنا اور پرہیز گاری کی زندگی بسر کرنا ایک داعی کے لئے از حد ضروری ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَتَزَوَّدُوا فان خير الزاد التقوى (بقرہ: 197) زادراہ ساتھ لے لو اور سب سے بہتر زادراہ پرہیز گاری ہے۔

شعور کامل قرآن فہمی سے حاصل ہوتا ہے: داعی الی اللہ کو قرآن کا سمجھنا اور اس پر غور و فکر کرنا بھی ضروری ہے۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: كتاب انزلناه اليك مبارك ليدبروا آيته وليتذكر اولو الالباب (ص:29)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ ایک بڑی برکت والی کتاب ہے جو اے نبی ﷺ ہم نے آپ کی طرف نازل کی تاکہ لوگ اس کی آیات پر غور کریں اور عقل وفکر رکھنے والے اس سے سبق حاصل کریں اور یہ بھی فرمایا: أفلا یتدبرون القرآن ام علی قلوب اقفالها (سورۃ محمد: 24)

کیا یہ لوگ قرآن پر غور نہیں کرتے؟ آیا ان کے دلوں پر قفل چڑھے ہوئے ہیں؟

لہٰذا داعی کے لئے لازم ہے کہ دعوت دین کا کام پورے ذوق وشوق، جانفشانی اور محنت ویکسوئی کے ساتھ انجام دے اور اس کی یہ کوشش مفید اور متاثر کن ہوں۔ قرآن مجید سے استفادہ کے لئے درج ذیل امور پر خصوصی توجہ دی جائے۔

قصے اور واقعات:

قرآنی قصص اور حکایات پر خصوصی توجہ: قرآنی قصوں کو پڑھ کر ان کے نتائج و اثرات پر غور وفکر کیا جائے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "لقد کان فی قصصهم عبرة" لا ولی الالباب، (سورۃ یوسف: 111) ان (قوموں) کے واقعات میں عبرت و نصیحت ہے سمجھ والوں کے لئے۔

ان واقعات کو بیان کرتے ہوئے قرآن ان کے بین السطور بے شمار علمی، فکری اور قانونی اسرار وحقائق کو کھولتا ہے۔ اگر ہم علم کے فضائل کے متعلق جاننا چاہیں تو قرآن مجید میں بے شمار مثالیں مل سکتی ہیں۔

پہلی مثال تو حضرت آدم علیہ السلام کے قصے کی ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرشتوں سے فرمایا: انی جاعل فی الارض خلیفة، (بقرہ: 30) میں روئے زمین پر خلیفہ مقرر کرنے والا ہوں"۔

تو ابتداء میں فرشتوں کو تعجب ہوا لیکن بعد میں آدمؑ کی علمی برتری ثابت ہوگئی تو بغیر کسی اعتراض کے آدمؑ کی عظمت کو مان لیا۔

(دیکھئے بقرۃ: 33) اشارۃ اس آیت کریمہ سے آدمؑ کا مسجود ملائکہ بننے کا سبب علمی برتری ہوئی۔

دوسری مثال حضرت سلیمان علیہ السلام کے واقعے کی ہے جو ملکہ سبا کے ساتھ پیش آیا۔ حضرت سلیمان کے ایک درباری آنکھ جھپکنے سے کم وقفے کے اند ملکہ سبا کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تخت کو ان کے سامنے لا کر رکھ دیا یہ کام بھی وہ ایک مخصوص علم کی بدولت ہی انجام دے سکا تھا جو اسے اللہ کی طرف سے حاصل تھا۔ یوں انسان کی فضیلت جن پر ثابت ہونے کے ساتھ بالواسطہ علم الکتاب کی فضیلت بھی مکمل طور پر ثابت ہوگئی۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: قَالَ الَّذِي عِندَهُ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتَابِ أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَن يَرْتَدَّ إِلَيْكَ طَرْفُكَ ،(نمل:40)

جس کے پاس کتاب کا علم تھا وہ بول اٹھا کہ آپ کے پلک جھپکانے سے بھی پہلے میں اسے آپ کے پاس پہنچا سکتا ہوں۔

تیسرا واقعہ ذوالقرنین کا ہے کہ کس طرح پگھلے ہوئے تانبے کو ملا کر لوہے کا عظیم بند تیار کر دیا تھا جب کہ جدید سائنس کی روشنی میں یہ بات آج معلوم ہوسکی ہے کہ تانبے کی آمیزش سے لوہے کی قوت اور مضبوطی میں غیر معمولی اضافہ ہوجاتا ہے۔

''اٰتُونِي زُبَرَ الْحَدِيدِ حَتَّىٰ إِذَا سَاوَىٰ بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ ''(الکھف:96)

مجھے لوہے کی چادریں لادو، یہاں تک کہ جب ان دونوں پہاڑوں کے درمیان دیوار برابر کردی۔

تاثیر قرآن: قرآن کی نظر میں ایمان کا کیا مقام ہے اور انسانی زندگی پر ایمان کے کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ اس کی بہترین مثال ان غار والے نوجوانوں کی ہے جنہوں نے باطل کے خلاف جہاد کیا وہ ایسی ایمانی قوت کے حامل تھے جس کے بل بوتے پر انہوں نے انتہائی سرکش اعدائے دین کے تابع ہونے سے انکار کر دیا۔ ان کا ذکر کرتے ہوئے حق تعالیٰ شانہ فرماتا ہے۔

''نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَأَهُم بِالْحَقِّ إِنَّهُمْ فِتْيَةٌ آمَنُوا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنَاهُمْ هُدًى''(الکھف:13-10)

ہم ان کا (صحیح) واقعہ تیرے سامنے بیان فرما رہے ہیں یہ چند نوجوان اپنے رب پر ایمان لائے تھے اور ہم نے ان کی ہدایت میں ترقی دی تھی۔

اس واقعہ کے اندر باطل کے خلاف جہاد کرنے والوں کے لئے بہترین نمونہ ہے۔

اس طرح قرآن مجید میں ایمان کی دولت سے سرشار ایک عورت کا قصہ پڑھتے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں جس کا شوہر ایک گنہگار اور کافر ہی نہیں بلکہ غرور اور طاقت کے نشے میں چور اور جبر و تشدد میں اپنی مثال آپ تھا۔ یہ فرعون کی بیوی کا واقعہ ہے جو اس کی طاقت واقتدار کو ذرہ برابر بھی خاطر میں نہیں لاتی۔ اس کے کسی وعدے یا وعید سے خوفزدہ نہیں ہوتی۔ اسے اللہ تعالیٰ ایمانداروں کے لئے نمونے کے طور پر پیش فرماتا ہے: وضرب اللّٰہ مثلاً لِلّذین آمنوا امرأت فرعون، اذ قالت رب ابنِ لی عندك بیتاً فی الجنة و نجنی من فرعون و عمله و نجنی من القوم الظلمین" (تحریم:11)

اللہ تعالیٰ نے مثال بیان کی ایمان والوں کے لئے فرعون کی بیوی کی جب کہ وہ عرض گزار ہوئی: پروردگار! میرے لئے اپنے پاس جنت میں ایک گھر بنا اور مجھے نجات دے فرعون سے اور اس کی بداعمالیوں سے اور مجھے نجات دے ظالم لوگوں سے۔

اس طرح قرآن مجید میں ہمیں کچھ ایسے لوگوں کا قصہ بھی ملتا ہے جن کی، ایمان کا مزہ چکھ لینے کے بعد بالکل کایا پلٹ ہو جاتی ہے۔ ایمان کے بعد ان کی شخصیت یکسر تبدیل ہو کر رہ جاتی ہے۔ معجزہ عیاں ہوتا ہے تو پھر پکار اٹھتے ہیں، آمنا برب العلمین رب موسیٰ و ھارون" (اعراف:120)

ہم رب العالمین پر ایمان لائے جو موسیٰ اور ھارون کا رب ہے۔

داعی کو چاہیئے کہ وہ اپنے آپ کو قرآن کے پیش کردہ ان مخصوص نمونوں کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کرے جو ہمارے سامنے انسانی شخصیت کی بہت ہی مکمل تصویر پیش کرتے ہیں کہ کس طرح انہوں نے زندگی کے ہر موڑ پر اور نازک سے نازک حالات میں اپنے اس اعلیٰ معیار کو برقرار رکھا اور نعمت و نقمت (محرومی) کے ہر دو مواقع پر اعتدال و توازن کا دامن کبھی ہاتھ سے نہ جانے دیا۔

ذیل میں قرآن کے پیش کردہ ان مخصوص نمونوں میں سے چند مثالیں پیش کرتے ہیں۔

ایک مثال ہمارے سامنے اس مالدار شخص کی ہے جو نظام کائنات پر اپنی غیر معمولی دسترس کے باوجود اپنی زندگی میں شکر و سپاس کا پیکر ہے۔ یہ ہستی حضرت سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام کی ہے۔ وہ چیونٹی کی گفتگو کو سمجھ جانے کے بعد بے ساختہ پکار اٹھتے ہیں: ربِّ او زعنی اَن اَشکر نعمتكَ التی انعمتَ عَلیّ وعلی والدیّ و اَن اعمل صالحاً ترضه، (نمل:19)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پروردگار! مجھے توفیق دے کہ میں تیرے احسان کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر کیا اور اس کی توفیق دے کہ میں (وہ) نیک کام کروں جو تجھے پسند ہوں۔

اسی طرح جب ملکہ سبا کا تخت آپ کے سامنے لایا گیا تو شکر و سپاس میں ڈوبے ہوئے یہ کلمے بے اختیار آپ کی زبان پر آ گئے: هذا من فضل ربّی أأشکر ام اکفر و من شکر فانما یشکر لنفسه و من کفر فانّ ربی غنی کریم" (نمل:40)

یہ میرا رب کا فضل ہے تاکہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری اور جو شکر کرے گا تو اس کا یہ شکر کرنا اسی کے کام آئے گا اور جو ناشکری کرے گا تو میرا رب بے نیاز ہے اور اپنی ذات میں برتر۔

ایک اور مثال اس شخص کی جس پر ہر طرف سے مصائب و آلام کی یورش ہے، لیکن اس کی پیشانی پر ذرا بھی بل نہیں وہ فیصلہ خداوندی پر ہر طرح راضی اور مطمئن ہے۔ یہ شخصیت حضرت ایوب علیہ السلام کی ہے جن کے متعلق قرآن صراحت کرتا ہے۔

"انا وجدناه صابراً نعم العبدُ اِنّه اَوّاب" (ص:44) ہم نے ان کو (بڑا) صبر کرنے والا پایا کیا ہی خوب بندہ تھا (اپنے رب کی طرف) رجوع کرنے والا۔ (قصے کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو سورۃ ص آیات 41-44)

پاکبازی و پاک دامنی کا ایک اور نمونہ وہ اس نوجوان کی ہے جو اپنے جوانی کے بانکپن اور حسن و جمال کی رعنائی میں اپنی مثال آپ ہے اور جسے ہر طرف سے بھلانے اور پھسلانے کی کوششیں ہو رہی ہیں۔ حالات ایسے ہیں کہ ایک فرشتہ صفت انسان بھی اپنے کو ان میں بمشکل پھسلنے سے بچا سکتا ہے، لیکن وہ اپنے آپ کو اس طوفان بے راہروی سے بالکل بے داغ نکال لے جاتا ہے یہ صدق و وفا کے پیکر حضرت یوسف علیہ السلام تھے۔ اس دلآویز شخصیت کی داستانِ عزیمت قرآن پاک میں اس طرح مذکور ہے:

"وراودته الّتی هو فی بیتها عن نّفسه و غلّقت الابواب وقالت هیتَ لَكَ قال معاذ اللّٰه انه ربّی احسنَ مثوای انه لا یفلح الظالمون (یوسف:23)

اور اسے پھسلانے لگی وہ عورت جس کے وہ گھر میں تھا کہ وہ (اپنے نفس کی نگرانی چھوڑ دے) اپنا جی تھام نہ سکے، اس نے (سب طرف سے) دروازے بند کر لئے اور بولی: لو آ جاؤ اس (یوسف علیہ السلام) نے کہا اللہ کی پناہ وہ میرا مالک ہے۔ اس نے مجھے اچھی طرح رکھا ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بے شک ظالم کبھی کامیاب نہیں ہوتے۔

ایک اور نمونہ اس جواں سال کا ہے جو حکم الٰہی کی تعمیل میں اپنا سب کچھ دینے کو تیار ہو گیا اور اس نے اللہ کی راہ میں اپنی گردن کو بھی پیش کر دیا۔ یہ مجسم فرمانبردار حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے جب وہ دوڑنے کی عمر کو پہنچ چکے ہیں تو باپ بیٹے کا مکالمہ قرآن کے لفظوں میں یوں ہوا: قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَاۗءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ (الصافات:103)

(ابراہیم علیہ السلام) نے کہا میرے پیارے بچے! میں خواب میں اپنے آپ کو تجھے ذبح کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔ اب تو بتا کہ تیری کیا رائے ہے؟ بیٹے نے جواب دیا: ابا جان جو حکم ہوا ہے اسے بجالا یئے ان شاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔

لہٰذا داعی کے لئے ضروری ہے کہ ان قرآنی واقعات کو پیش نظر رکھے تاکہ صحیح راہ پر گامزن رہ کر دین کی دعوت دے سکے۔

5- **دعوت دین میں نرمی**: اسلوب نرم اور دانشمندانہ ہو تاکہ مخاطب متاثر ہو۔ فرعون جیسے خدائی کے مدعی کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ھارون علیہ السلام بھیجے جاتے ہیں تو ان سے کہا جاتا ہے: فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا (طہ:44) تم دونوں فرعون سے نرم گفتگو کرنا۔ نبی پاک ﷺ نے جب یمن کی طرف حضرت معاذ اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما کو داعی اسلام بنا کر بھیجا تو ان کو یہ نصیحت فرمائی: يَسِّرا و لا تعسِّرا بَشِّرا و لا تُنفِرا۔[۳]

آسانیاں پیدا کرنا، سختیاں نہ کرنا، خوشخبری سنانا لوگوں کو اسلام سے متنفر نہ کرنا۔

دیکھنے میں تو یہ ارشاد نبوی دو، دو لفظوں کے دو فقرے ہیں مگر ان میں طریق دعوت کا ایک دفتر بند ہے گویا کہ دریا کو کوزے میں بند کر دیا گیا ہے۔ داعی کو سمجھایا گیا ہے کہ جس جماعت کو دعوت دے اس میں آسان سے آسان طریقے سے دین کو پیش کرے اور ابتداء ہی سے سختی نہ کرے۔ ان سے خوشخبری اور اعمال کی بشارت اور رحمت و مغفرت الٰہی کی وسعت کا تذکرہ کرے۔ ان میں دین اپنانے کا حوصلہ پیدا کرے۔ ترغیب کے پہلو کو زیادہ اجاگر کرے اور ترھیب کا پہلو ذرا نرم رکھے۔ اسلام کی خوبیوں کو زیادہ واضح

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرے جب کہ دوسروں پر تنقید کم سے کم کرے۔

اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ عقائد و فرائض میں مداھنت کی جائے یہ تو کسی حال میں جائز نہیں بلکہ مقصد یہ ہے کہ طریق کار میں سہولت بھی اختیار کی جائے اور نرمی بھی برتی جائے۔ فرائض کے علاوہ دوسرے اعمال جو فرض کفایہ یا مستحبات ہوں یا جن کے سبب سے دین میں فتنہ پیدا ہونے کا اندیشہ نہ ہو ان میں زیادہ سخت گیری نہ کی جائے۔ اسی طرح جن امور میں فقہاء و مجتہدین نے مختلف راہیں اختیار کی ہیں ان میں سے کسی ایک ہی راہ پر چلانے میں شدت نہ کی جائے اور جس حد تک اللہ تعالیٰ نے وسعت دے رکھی ہے اس میں تنگی نہ کی جائے۔ ان امور کی مثالیں سیرت اور سنن نبوی میں بکثرت ملتی ہیں۔ لیکن عقائد و فرائض میں مداھنت (بے جا نرمی) روا نہیں۔ قرآن پاک کی کئی آیتوں میں اس سے کلی طور پر روک دیا گیا ہے کفار اسلام کے عقائد میں کچھ نرمی چاہتے تھے جس کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"وَدّوا لَو تدھِنُ فیدھِنُون" (القلم:9)

''کفار چاہتے ہیں کہ آپ کچھ نرمی کریں تو وہ بھی نرمی کریں'' مگر اس بات کی اجازت نہیں دی گئی۔

6- صبر و استقلال: صبر و استقلال کی صفات بھی ایک داعی کے لئے لازم ہیں کیونکہ اسے اکثر تعلیمات الٰہیہ کے متعارف کروانے پر شدید ترین مخالفت اور تنقید کا بلکہ ایذا رسانی تک کا سامنا ہوتا ہے۔ اسی مشکل کو دیکھتے ہوئے حضرت لقمان اپنے بیٹے کو وصیت کرتے ہیں۔

"وَاصبِر علی ما اَصَابَکَ" (لقمان:17)

اور امام رازیؒ لکھتے ہیں: مَن یأمر بالمعروف وینھی عن المنکر یؤذی فأمرہ بالصبر'' [۴] جو نیکی کا حکم دے اور برائی سے روکے اس کو ایذاء پہنچائی جاتی ہے سو اسی لئے اسے صبر کی تلقین کی گئی ہے۔

یہ بات بلا استثناء مشاہدے میں آئی ہے کہ اللہ کی وحدانیت پر ایمان لانا، عمل صالح کرنا اور حق کی تلقین کرنا ایسے اعمال ہیں جن کے نتیجے میں شیطانی قوتیں اپنے پورے وسائل سے خم ٹھونک کر سامنے آجاتی ہیں اور ان پر پھر وہی شخص مضبوطی سے قائم رہ پاتا ہے جو خود بھی صابر ہو اور اپنے ساتھیوں کے لئے بھی عملاً اور قولاً صبر کی تلقین کا سبب بنے۔ دنیا کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی ڈگر کو سامنے رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"والعصر ان الانسان لفی خسر الاالذین آمنوا و عملوا الصالحات و تواصوا بالحق و تواصوا بالصبر" (العصر)

''زمانے کی قسم بے شک انسان نقصان میں ہے مگر وہ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے اور دوسرے کو حق کی وصیت اور صبر کی تلقین کی'' اس کی وضاحت فرماتے ہوئے ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں:

"امر اللّٰہ الرسل، وھم أئمة الامر بالمعروف والنھی عن المنکر، بالصبر" [۵] اللہ تعالیٰ نے رسولوں علیہم السلام کو جو کہ امر المعروف اور نہی عن المنکر کے (نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کے) پیشوا ہیں، صبر کرنے کا حکم دیا ہے۔ مشکل سے مشکل مقامات پر صبر کرنا، حق کے لئے ڈٹ جانا، دین دشمن شاہان وقت کے خلاف آواز بلند کرنا، اور اس طرح کے دیگر معرکوں کو سر کرنے کے لئے پرعزم ہمت و جرات درکار ہے۔ اس لئے صرف وہی شخص سخت ترین حالات میں بھی تبلیغ و دعوت کا کام کامیابی سے اسی حالت میں جاری رکھ سکتا ہے جب صبر و استقامت کے وصف کو مکمل طور پر اپنا لے۔

7- عفو و درگزر: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: خذ العفو وامر بالمعروف واعرض عن الجاھلین، (اعراف:199)

''عفو (درگزر) کی روش اختیار کرو، معروف (نیکی) کا حکم دو اور جاہلوں (بے علم اور اکھڑ لوگوں) سے اعراض کرو''۔ مفسرین نے خذ العفو، کے تین معانی بیان کئے ہیں: ایک یہ کہ لوگوں کے ساتھ عفو و درگزر کا برتاؤ کیا جائے۔ دوسرے یہ کہ ان سے اونچے کردار عمل کی نہ توقع رکھی جائے اور نہ اس کا تقاضا کیا جائے نیز انہیں تنگی میں نہ ڈالا جائے۔ تیسرے یہ کہ مالی مطالبات میں ان پر سختی نہ کی جائے۔ [۶]

قرآن کریم نے امر بالمعروف کی ہدایت سے پہلے عفو کی روش اختیار کرنے کا حکم دیا ہے (اس سے یہ مفہوم سمجھ آتا ہے) کہ انسان امر بالمعروف کے قابل اسی وقت ہوتا ہے جب کہ وہ نرم خوئی کی صفت سے بخوبی متصف ہو، حلم و بردباری کا پیکر ہو، لوگوں کی غلطیوں کو معاف کرنے کے لئے ہمہ وقت تیار ہو، اور ان کے ظلم و ستم اور طعن و تشنیع کو خندہ پیشانی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے برداشت کر سکے۔ یوں اسی کے لئے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا انجام دینا ممکن ہو جاتا ہے۔ اس کے برعکس پست اخلاق اور جذباتی انسان اسے انجام نہیں دے سکتا۔

عفو و درگزر کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اگر کوئی شخص اللہ اور رسول ﷺ سے بغاوت کر دے تو اس کے ساتھ مداہنت کی جائے یا جن اعمال کی ادائیگی سے کوئی بھی فرد مستثنیٰ نہیں ہے ان میں ڈھیل دی جائے اور جن حقوق کا ادا کرنا ہر ایک کے لئے ضروری ہے ان میں نرمی کی جائے۔ عفو و درگزر کا تعلق عام اخلاقیات اور انسانی سلوک سے ہے حقوق اور واجبات سے نہیں ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے۔[۷]

8- عمل صالح: تمام تر اوصاف حمیدہ میں عمل صالح کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ ہر داعی کا فرض اولین ہے کہ وہ جس کی طرف لوگوں کو دعوت دیتا ہے پہلے خود اس پر عمل کرے۔ اپنی ذات کو لوگوں کے سامنے ایک عمدہ نمونہ کے طور پر پیش کرے۔ کامیاب داعی وہ ہے جو دوسروں کو حق کی طرف دعوت دے اور خود بھی اس پر عمل پیرا ہو۔ نیکیوں کی طرف سبقت لے جانے والا اور برائیوں سے دور بھاگنے والا ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یاایھا الذین آمنوا لم تقولون مالا تفعلون کَبُرَ مقتا عند اللہ ان تقولوا مالا تفعلون (الصف:2-3)

''مومنوں! تم ایسی باتیں کیوں کہا کرتے ہو جس پر عمل نہیں کرتے یہ اللہ کو سخت ناپسند ہے کہ تم ایسی بات کرو جس پر عمل نہیں کرتے''

اس کا مطلب یہ ہوا کہ ایک سچے مسلمان کے قول اور عمل میں مطابقت ہونی چاہیئے۔ جو کچھ کہے اسے کر کے بھی دکھائے۔ پھر داعی کو تو بدرجہ اولیٰ اس صفت کا حامل ہونا چاہیئے کیونکہ اگر تلقین کرنے والا خود عامل نہیں ہوگا تو لوگ اس کی بات کو قطعی اہمیت نہیں دیں گے لیکن جب داعی خود مجسم نمونہ عمل ہوگا تو اس کی دعوت کے اندر بہت زیادہ اثر ہوگا۔

لہٰذا ایک داعی حق اور مبلغ دین کے لئے اہم ترین بات یہ ہے کہ وہ اپنی دعوت اور تبلیغ کے مطابق پہلے خود عملی نمونہ پیش کرے۔ اخلاق فاضلہ اور پاکیزہ سیرت کا خوگر ہو۔ صبر و تحمل اور اخلاص کا پیکر ہو اور ہمیشہ دوسروں کو خیر کی طرف دعوت دے اور باطل سے دور رہنے کی تلقین کرتا رہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ کا بھی ارشاد ہے: من عمل صالحاً من ذکر او انثی و هو مومن فلنحيينه حياة طيبة ولنجزينهم اجرهم بأحسن ما كانوا يعملون ۔ ترجمہ مرد ہو یا عورت جو کوئی ایمان کے ساتھ نیک کام کرے تو ہم (دنیا میں) اس کی زندگی پاک (پاک زندگی بسر کروائیں گے) کریں گے اور ایسے لوگوں کو ہم (قیامت میں) پر وران کے نیک کاموں کا بہتر بدلہ بھی دیں گے۔

جس پاک زندگی کا وعدہ کیا گیا ہے اس میں حلال روزی، قناعت، سچی عزت، سکون و اطمینان دل تونگری، اللہ کی محبت اور دیگر امور شامل ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ عمل صالح سے اخروی زندگی ہی نہیں بلکہ دنیوی زندگی بھی نہایت سکھ اور چین سے گزرے گی۔

9- نبی پاک ﷺ کی مکمل اتباع: داعی کے لئے ضروری ہے کہ اپنی زندگی کے معاملات میں رسول اللہ ﷺ کی سیرت کو نمونہ بنائے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: لقد كان لكم في رسول الله اسوة حسنة "(احزاب: 21) تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔ دوسری آیت کریمہ میں ارشاد ہوا: وما كان لمؤمن وَلَا مؤمنةٍ اذا قَضَى اللّٰه وَرَسُولُهُ أمراً أن يَكُونَ لَهُم الخِيرَةُ مِن أمرِهِم (احزاب:36) اور (دیکھو) کسی مؤمن مرد و عورت کو اللہ اور اس کے رسول کے فیصلہ کے بعد اپنے کسی امر کا کوئی اختیار باقی نہیں رہتا۔

اسوہ حسنہ کو اپنے لئے نمونہ بنانے سے مراد زندگی کے ہر شعبے میں آپ کی مکمل کی پیروی کی جائے اور آپ ﷺ سے محبت کی جائے۔ دنیا کی ہر شے سے بڑھ کر اللہ کے رسول سے محبت کی جائے۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے: لا يؤمن احدكم حتى أكون أحب اليه من والده والده والناس اجمعين۔ [۸]

تم میں سے کوئی بھی مومن نہیں ہوسکتا یہاں تک اس کے نزدیک اپنے والدین، اولاد اور تمام لوگوں سے بڑھ کر میں زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

نبی پاک ﷺ کی پیروی کی مناسبت سے درج ذیل امور کا اہتمام ایک مبلغ کے لئے ضروری ہے۔

1- حصول تزکیہ نفس کے لئے ضروری امور: تزکیہ نفس کے سلسلے میں فرض عبادات کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پابندی کی جائے۔ سنتوں اور نفلی عبادات کا اہتمام کیا جائے اوامر پر مکمل طور پر عمل پیرا ہونا۔ عصر حاضر میں اکثر مبلغین کی کمزوری یہ ہے کہ ان میں استعداد (علمی وعملی) کی کمی ہوتی ہے۔ کردار کے اندر داعی کی اثرات ظاہر نہیں ہوتیں۔ لہذا دعاۃ (مبلغین) کی تربیت کی جائے اور اس کے بعد بہتر انداز میں دعوت الی اللہ کا کام شروع کیا جائے۔

2- بالخصوص ایک مبلغ کے لئے پانچ اوقات کی فرض نمازوں کا باجماعت اہتمام کرنا آداب نماز اور دیگر امور کا خیال رکھ کر اس فریضہ کی ادائیگی ہو، لہٰذا نماز کی اقامت کے بغیر دعوت دین ناممکن ہے۔ اس لئے نماز دین کا ستون ہے۔

3- اس کے علاوہ دیگر ارکان اسلام کا اہتمام کیا جائے۔ والدین کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے۔ اولاد اور اہل خانہ کے ساتھ شفقت کا مظاہرہ ہو ان کی تربیت کی جائے۔

4- اس کے بعد نفلی عبادات کا اہتمام بھی کیا جائے جیسے کہ حدیث قدسی میں ہے: میرا بندہ فرض ادا کرنے کے بعد نفل عبادتیں کر کے مجھ سے اتنا نزدیک ہو جاتا ہے کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں پھر تو یہ حال ہوتا ہے کہ میں ہی اس کا کان ہوتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ ہوتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ ہوتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں ہوتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ اگر وہ مجھ سے کچھ مانگتا ہے تو میں اس کو دیتا ہوں۔ [۹]

ان نفلی عبادتوں میں سے تہجد کی نماز کا اہتمام اور التزام مبلغ کے لئے ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: واستعینوا بالصبر والصلوۃ وانھا لکبیرۃ الا علی الخاشعین (بقرہ:45)

صبر اور نماز کے ساتھ مدد طلب کرو، یہ چیز شاق (مشکل) ہے مگر ڈر رکھنے والوں پر۔

نبی پاک ﷺ رات کو قیام فرماتے یہاں تک کہ آپ کے قدم مبارک پر ورم پڑ جاتے ..... جب آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ آپ اتنی عبادت کیوں ادا کرتے ہیں تو جواب ارشاد ہوا کہ افلا اکون عبداً شکورا..... کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔ [۱۰]

تزکیہ نفس کے لئے مصنوعی (من گھڑت) انداز اختیار کرنے کے بجائے مسنون طریقے اپنائے جائیں تاکہ سنت کی پیروی بھی ہو اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اجر بھی مقرر ہو۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہر چاند کے مہینے میں تین دن روزہ رکھنا بھی مسنون عمل ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر ماہ تین دن کے روزے رکھا کر.....

۱۰ اس سے بڑھ کر عبادت کرنا چاہے تو ایک دن روزہ رکھے اور ایک دن افطار کرے۔[۱۱]

قرآن مجید کی تلاوت کا روزانہ اہتمام کرنا چاہیئے۔

تلاوت کے وقت تدبر و تفکر اور غور و فکر کیا جائے۔ جن باتوں کا حکم دیا گیا ہو اس پر عمل کیا جائے اور جن باتوں سے منع کیا گیا ہو اس سے رک جائے۔ قرآن مجید کی تلاوت کی تکمیل تین دن سے کم میں کرنا منع ہے۔[۱۲] اس لئے قرآن کو ترتیل سے پڑھنا ضروری ہے۔

مبلغ کے لئے خصوصاً توبہ و استغفار کثرت سے کرنا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: الذین یذکرون اللہ قیاماً و قعوداً و علی جنوبھم (آل عمران: 191)

اللہ کے بندے کھڑے ہو کر، بیٹھ کر اور پہلوؤں کے بل اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں۔ نبی پاک ﷺ کا فرمان ہے کہ ''میں روزانہ ستر مرتبہ سے زیادہ اللہ کے سامنے استغفار کرتا ہوں'' [۱۳]

مبلغ مجاہد ہوتا ہے لہٰذا دشمنوں کے مقابلہ کے لئے تیار رہنا چاہیئے اور جہاد بالقلم، باللسان اور بالسیف کا سلسلہ جاری و ساری رکھنا ضروری ہے۔ موقع و محل دیکھ کر داعی کے لئے مناسب انداز اختیار کرنا چاہیئے۔

ساتھ ساتھ داعی کے لئے ضروری ہے کہ صلہ رحمی، حاجتمندوں کی حاجت براری، مساکین و فقراء کی مدد، تواضع و انکساری کے ساتھ زندگی بسر کی جائے۔ نبی پاک ﷺ نے فرمایا:

بیواؤں اور مسکینوں کی مدد کرنے والا مجاہد کی طرح ہے جو اللہ کی راہ میں لڑتا ہے رات کو قیام کرتا ہے اور دن کو روزہ رکھتا ہے۔[۱۴]

مبلغ کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اخلاق و عادات میں بھی نبی پاک ﷺ کی پیروی کرے لہٰذا بردباری، حلم و دانائی، حکمت، رحمت، نرمی، تواضع، سخاوت، ایثار و قربانی، وفاداری، سچائی، امانت داری اور دیانتداری کی صفات اپنائی جائیں۔ گویا کہ آپ ﷺ کی جلالی اور جمالی صفات کا نمونہ بن جائے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

داعی کی ذمہ داری: داعی کو اللہ تعالیٰ نے دعوت اور ترغیب سے زیادہ کسی چیز کا اختیار نہیں بخشا ہے۔ نہ انبیاء علیہم السلام کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ کسی شخص کے دل میں ہدایت ڈال دیں اور نہ شیطان ہی کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ کسی شخص کو گمراہی کی راہ پر لگا دے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے جو خطاب نبی ﷺ کو ہے إنك لا تهدي من أحببت ولكن الله يهدي من يشاء (القصص:56) تم جن کو چاہو ہدایت نہیں دے سکتے، بلکہ اللہ ہی جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے مزید ملاحظہ (سورہ یوسف:103، سورۃ النحل:37، سورۃ ابراہیم:1) اسی طرح ابلیس کو خطاب کر کے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "انّ عبادي ليس لك عليهم سلطان الا من اتبعك من الغوين" (الحجر:32) میرے بندے پر تیرا کوئی زور نہیں چلے گا بجز ان کے جو گمراہوں میں سے تیرے پیرو بن جائیں۔

اعتراف ابلیس کے لئے ملاحظہ (ابراہیم:22)

لہٰذا داعی کو اس کی پرواہ نہیں کرنا چاہیئے کہ لوگ اس کی دعوت پر کان دھرتے ہیں یا نہیں اور نہ اس فکر میں وہ سر کھپاتا رہے اور نہ کھپانا چاہیئے کہ زمانہ اس کی دعوت کے لئے سازگار ہے یا نہیں۔ دعوت کی ذمہ داری کہنے اور سمجھانے کی حد تک ہے اگر کوئی قبول کر لے تو ان کے لئے دنیا و آخرت میں کامیابی اور فلاح کی راہیں کھلیں گی اور داعی اللہ کے ہاں ادائے فرض و دعوت کا اجر و ثواب حاصل کرے گا اگر وہ قبول نہیں کریں گے تو داعی کے ذریعے لوگوں پر اللہ کی حجت پوری ہوگی۔ اور وہ عنداللہ سرخرو ہو گیا تو یقیناً اجر عظیم کا مستحق ہو گیا (باذن اللہ) ملاحظہ ہو (الاعراف:164)

بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ داعی اپنی ذمہ داری کے حدود معین کرنے میں غلطی کر جاتا ہے وہ یہ سمجھنے لگ جاتا ہے کہ اس پر صرف اسی حد تک ذمہ داری نہیں ہے کہ وہ حق کو لوگوں تک ٹھیک ٹھیک پہنچا دے، بلکہ وہ اس بات کا بھی ذمہ دار ہے کہ لوگ اس حق کو قبول بھی کر لیں اس غلطی کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ داعی کے اندر حق خالص کو پیش کرنے کی بجائے مخالفین کے باطل عقائد و افکار کے ساتھ سمجھوتہ کا رجحان پیدا ہو جاتا ہے اور دوسرا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ ایک بالکل غلط ذمہ داری اپنے سر اٹھا لینے کی وجہ سے اپنی زندگی سخت مسائل اور الجھنوں میں ڈال دیتا ہے۔[۱۵]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس موضوع کے لئے آیات ملاحظہ ہو (الانعام: 69، 106-107، الرعد: 40، طہ: 301)

حوالہ جات

[۱] مسلم، کتاب الامارۃ، باب من قاتل للریاء، 3/1513-1514 دارالفکر، بیروت۔ 1980ء

[۲] غرائب القرآن ورغائب الفرقان، 4/31-32

[۳] مسلم، کتاب الجہاد، الامر بالتیسیر، 3/1358-1359

[۴] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر)، 6/578

[۵] الحسبۃ فی الاسلام، ص 71

[۶] جامع البیان فی تفسیر القرآن، 9/98

[۷] مفاتیح الغیب، 4/247

[۸] البخاری، کتاب الایمان، باب حب الرسول من الایمان، 1/14

[۹] البخاری، کتاب الرقاق، باب بعثت انا والساعۃ کھاتین، 5/385

[۱۰] البخاری، کتاب التھجد، باب قیام النبی اللیل، 1/380

[۱۱] البخاری، کتاب الصوم، باب صوم الدھر، 2/698

[۱۲] البخاری مع فتح الباری، کتاب فضائل القرآن، باب فی کم یقرا القرآن، 8/712

[۱۳] البخاری، کتاب الدعوات، باب استغفار النبی، 5/2324

[۱۴] مسلم، کتاب الزھد، باب فضل الاحسان الی الارملۃ، 4/2286-2287

[۱۵] امین احسن اصلاحی: دعوت دین اور اس کا طریق کار، ص 167-175
فاران فاؤنڈیشن لاہور۔ 1994ء

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انبیاء علیہم السلام کی دعوت الی اللہ

انبیاء علیہم السلام کی دعوت کے مشترکہ نکات:

1۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان کہ وہ واحد ہے۔ احد ہے۔ بے نیاز ہے۔ عظمت والا اور جبار ہے۔ تمام کائنات کا مدبر و منتظم ہے۔ اس کے لیے بہترین نام ہیں۔ تمام کائنات میں اسی کی بادشاہت ہے۔ ساری عبادات اسی کے لئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''ولقد بعثنا فی کل امہ رسولاً ان اعبدوا اللہ واجتنبوا الطاغوت'' (النحل:36) ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ (لوگو) صرف اللہ کی عبادت کرو اور اس کے سوا تمام معبودوں سے بچو۔

شاہ ولی اللہ رحمتہ اللہ کا فرمان ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی بنیادی دعوت و اہم ہدف یعنی مقصد ہر زمانہ اور معاشرہ میں لوگوں کا عقیدہ درست کرنا تھا۔ بندے پر جو اللہ کا حق ہے اس کو واضح کرنا تھا۔ یعنی عبادت کے لائق صرف اسی کو سمجھنا۔ حاجت روا و مشکل کشا صرف اسی کی ذات و جاننا۔ دعا، استعانیت، استغاثہ ہو، قربانی اور نذر و نیاز صرف اسی کے لئے خاص کرنا اور بت پرستی، بزرگ پرستی اور قبر پرستی سے باز رہنا۔

2۔ آخرت پر ایمان، اس ایمان کی صورت یہ ہے کہ زندگی کے بعد موت پر پھر دوبارہ زندہ ہونے پر نیز حساب و کتاب ہونے، سزا و جزاء کے ملنے اور اہل ایمان کے لئے نجات و کامیابی اور اہل کفر کے لئے عذاب اور ناکامی کے وقوع پر مکمل یقین رکھنا۔

حضرت نوح علیہ اسلام نے اپنی قوم کو فرمایا: واللہ انبتکم من الارض نباتا، ثم یعیدکم فیھا و یخرجکم اخراجاً'' (سورہ نوح:17-18)

اللہ نے تم کو زمین سے اگایا (پیدا کیا ہے) پھر تمہیں اسی میں لوٹائے گا اور (خاص طریقہ) پھر نکالے گا۔ قرآن ہمیں مزید خبر دیتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے بھی اسی عقیدے کی طرف دعوت دی فرمایا:

''وارزق اھلہ من الثمرات من آمن منھم باللہ و الیوم آخر'' (بقرہ: 129) یہاں کے باشندوں کو پھلوں کی روزیاں دے۔ جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رکھتے ہیں قرآن مجید کی مزید آیات ملاحظہ ہوں (العنکبوت: 36، البقرہ: 48، الاعلیٰ: 16-17) ان آیات کی روشنی میں واضح ہوا کہ ''آخرت پر ایمان'' بنیادی عقائد میں شامل تھا جس کی طرف ہر نبی ورسول نے دعوت دی۔

3۔ تزکیہ نفس اور اصلاح اخلاق کی دعوت: تزکیہ نفس اور اخلاق کی درستی پر تمام انبیاء نے یکساں زور دیا ان کی تعلیمات کے اسی پیرائے میں تذکرے قرآن میں جابجا بکھرے پڑے ہیں، انہیں اس کار خیر میں لگانے کا تذکرہ کرتے آئے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وجعلنا ھم ائمة یھدون بامرنا و اوحینا الیھم فعل الخیرات و اقام الصلوة و ایتاء الزکوة و کانوا لنا عابدین، (الانبیاء: 73) ہم نے انہیں پیشوا بنا دیا کہ ہمارے حکم سے لوگوں کی رہبری کریں اور ہم نے ان کی طرف نیک کاموں کے کرنے، نماز قائم رکھنے اور زکوٰۃ دینے کی وحی (تلقین) کی اور وہ سب کے سب ہمارے عبادت گزار بندے تھے۔ مزید آیات ملاحظہ ہوں۔ (الاعلیٰ: 14-15، سورہ مریم: 54، طٰہٰ: 74-72)

حضرت لقمان کی اپنے بیٹے کو یہ وصیت بیان کی: یا بنی اقم الصلوة و امر بالمعروف و انه عن المنکر و اصبر علی ما اصابك ان ذالك من عزم الامور۔ ولاتصعر خدك للناس و لاتمش فی الارض مرحاً ان الله لایحب کل مختال فخور، واقصد فی مشیك و اغضض من صوتك ان انکر الاصوات لصوت الحمیر۔ (لقمان: 17-19)

اے میرے بیٹے! تم نماز قائم رکھنا، اچھے کاموں کی نصیحت کرتے رہنا، برے کاموں سے منع کیا کرنا اور جو مصیبت تم پر آجائے صبر کرنا۔ (یقین مان) یہ بڑے تاکیدی کاموں میں سے ہے۔ لوگوں کے سامنے اپنے گال نہ پھلا اور زمین پر اترا کر نہ چل، کسی تکبر کرنے والے شیخی خورے کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتا۔

3۔ اصول عبادات: انبیاء علیہ السلام کا بنیادی طور پر عبادات کا اصول مشترک تھا اگرچہ آداب وکیفیات مختلف تھیں جیسے کہ اللہ کا ارشاد ہے:

''یا ایھا الذین آمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون'' (البقرۃ: 183)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اے لوگو! تم نے ہر روزہ فرض کیا کیا جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا تا کہ تم پرہیز گار بن جاؤ۔ ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا! وطهر بيتي للطائفين و العاكفين و الركع السجود۔ و اذن في الناس بالحج ياتوك رجالاً و على كل ضامر يا تين من كل فج عميق" (الحج:26-27) پاک کر میرے گھر کو طواف، قیام رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے لئے اور لوگوں کو حج کی منادی کر دے لوگ تیرے پاس پا پیادہ بھی آئیں گے اور دبلے پتلے اونٹوں پر بھی اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارے کہتا ہے:

وكان يا مراهله بالصلاة و الزكاة و كان عند ربك مرضيا" (مریم:55)

وہ اپنے گھر والوں کو برابر نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتا تھا اور تھا بھی اپنے پروردگار کی بارگاہ میں پسندیدہ اور مقبول۔

اس موضوع پر مزید آیات ملاحظہ ہوں (البقرۃ: 83، طٰہٰ: 14، سورہ مریم: 30-31)

4۔ منکرات (برائیوں) کی نشاندہی اور ان کا سدباب نیز روئے زمین سے فساد کا خاتمہ: اس سلسلے میں اللہ نے اپنے نبی ہود علیہ السلام کا قصہ بیان کرتے ہوئے فرمایا: اتبنون بكل ريع آية تعبثون، و تتخذون مصانع لعكم تخلدون۔ واذا بطشتم و بطشتم جبارين، فاتقوا الله و اطيعون" (الشعراء:128-131) کیا تم ایک ایک ٹیلے پر بطور کھیل تماشا یادگار (عمارت) بنا رہے ہو۔ اور بڑی صنعت والے (مضبوط محل) تعمیر کر رہے ہو گویا کہ تم ہمیشہ یہیں رہو گے اور جب کسی پر ہاتھ ڈالتے ہو تو سختی اور ظلم سے پکڑتے ہو اللہ سے ڈرو اور میری پیروی کرو۔

دوسری جگہ حضرت شعیب علیہ السلام کی تلقین و تنبیہ کا ذکر ہے اور دنیا میں فساد برپا کرنے سے روکتے ہوئے فرماتے ہیں:

"فاوفوا الكيل والميزان و لا تبخسوا الناس اشياء هم و لا تفسدوا في الارض بعد اصلاحها ذلكم خير لكم ان كنتم مؤمنين۔ و لا تقعدوا بكل صراط توعدون و تصدون عن سبيل الله" (الاعراف:85-86)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ناپ اور تول پورا پورا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم کر کے مت دو اور روئے زمین میں، اس کے بعد اس کی درستگی کر دی گئی، فساد مت پھیلاؤ، یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم ایمان والے ہو اور تم سڑکوں پر اس غرض کے لئے نہ بیٹھا کرو تا کہ تم لوگوں کو ڈراؤ اور اللہ کی راہ سے روکو، مزید ملاحظہ ہو۔

(الشعراء:165-166)

مذکورہ بالا بنیادی باتیں تھیں جن کی طرف انبیاء کرام علیہم السلام نے دعوت دی، بہت سی امتوں نے ان اصولوں سے انحراف کیا، توحید کے بجائے تثلیث (تین خداؤں کا تصور) کی قائل ہوئیں۔ بندوں کی حق تلفیاں بھی کرتی رہیں بلکہ یہود تو اس درجے جری ہو گئے کہ ان کے عقیدے کا یہ حصہ بن گیا کہ وہ امیوں کے بارے میں جواب دہ نہیں ہوں گے۔ حالانکہ جو قواعد و اصول اسلام نے مقرر کئے ہیں وہ گزشتہ انبیاء کی تعلیمات کا تسلسل ہی ہیں۔ تا قیامت یہی اصول جاری و ساری رہنے ہیں۔ اس لئے ہم چند اہم انبیاء علیہم السلام کی سیرت و دعوت کو مشعل راہ کے طور پر پیش کر رہے ہیں۔ تمام انبیاء و رسل علیہم السلام کے بارے میں تفصیلات دینا بہت لمبا کام تھا لہٰذا انہی حضرات کو بطور نمونہ (اسوہ حسنہ) پیش کر رہے ہیں اور ان کی مدد سے اس مقصد کے حصول کے لئے ایک جامع خاکہ بنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ وَما توفیقی الا باللہ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت نوح علیہ السلام

آدم ثانی حضرت نوح علیہ السلام روئے زمین پر اولین اولوالعزم رسول ہیں اور ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اول رسول بھی تھے۔

حدیث شفاعت سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگ ان کے پاس شفاعت طلب کرنے جائیں گے اور کہیں گے: یا نوح انت اول الرسل الی اهل الارض و سماك الله عبدا شكورا [1] اے نوح آپ روئے زمین پر پہلے پیغمبروں سے رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ نے تجھے شکر گزار بندہ کا لقب دیا ہے۔

قرآن کریم نے نوح کی دعوتی سرگرمیوں کا مفصل ذکر کیا ہے اور اجمالی و تفصیلی ذکر تینتالیس (43) جگہوں پر آیا ہے لیکن ان کے بارے میں اہم تفصیلات سورہ اعراف، ہود، شعراء اور سورہ نوح میں بیان ہوئی ہیں۔ انہی سورتوں کی روشنی میں حضرت نوح کی سیرت و منہج دعوت پر بحث کی جائے گی۔

دعوت نوح علیہ السلام کی اساس: "عقیدہ توحید کی دعوت" پیغمبری کی ذمے داریاں ملتے ہی نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو عقیدہ توحید پر لانے کے لئے جدوجہد شروع کر دی۔

1۔ لوگوں کو عقیدہ توحید کی طرف قائل کرنا اور یہ باور کرانے کی کوشش کہ عبادت کے مطابق وہ شب و روز ایسی تگ و دو میں منہمک ہو گئے کہ کسی طرح وہ اپنی قوم کو حق شناس بنالیں۔ ان کی یہ کوشش خود قرآن کے مطابق مسلسل ساڑھے نو سو سال تک جاری رہی مگر اکثریت نے اس کا انکار کیا۔ اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"لقد ارسلنا نوحاً الی قومه فقال یقوم اعبدوا الله مالکم من اله غیره انی اخاف علیکم عذاب یوم عظیم۔ (الاعراف:59)

ہم نے نوح کو اسی کی قوم کی طرف بھیجا اس نے کہا: اے میری قوم، اللہ کی بندگی کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ میں تمہارے بارے میں ایک ہولناک دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں [مزید آیات دیکھئے (ہود: 25، 26، الشعراء: 106-108، نوح: 2-3]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان آیات سے واضح ہوتا ہے کہ نوح نے اپنی قوم کو اللہ کی بندگی کی طرف دعوت دی عبادت رب، تقویٰ اور رسول کی اطاعت وہ تین اہم اجزاء ہیں جو ان آیات میں مذکور ہیں۔ انہی اہم باتوں کی طرف دیگر انبیاء علیہم السلام نے بھی دعوت دی۔

2۔ ردشرک: توحید کی دعوت ردشرک کے بغیر ممکن نہیں اس لئے انبیاء شرک اور مشرکانہ حرکات پر سخت تنبیہ کرتے تھے لیکن یہ قومیں بھی شیطان کی نمائندگی میں کوئی کسر نہیں چھوڑتی تھیں جیسے کہ قرآن میں ہے کہ قوم نوح شرک میں مبتلا تھی چنانچہ قرآن مجید نے ان بتوں کے نام بھی دیئے جن کی قوم نوح پرستش کرتی تھی لہٰذا اس پر قائم رہنے کی ایک دوسرے کو تلقین کرتی تھی۔ "وقالوا لا تذرن آلهتكم ولا تذرن ودا ولا سواعا ولا يغوث و يعوق و نسرا" (نوح:23)

اور کہنے لگے اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑنا۔ ود، سواع، یغوث اور نسر کو کبھی ترک نہ کرنا۔

حضرت ابن عباس سے امام بخاری نے روایت نقل کی ہے کہ وہ بت جو قوم نوح میں تھے وہی عرب میں اس کے بعد پوجے جانے لگے ود قبیلہ کلب کا بت تھا جو دومۃ الجندل میں تھے۔ سواع، ہذیل کا اور یغوث مراد کا پھر بنی غطیف کا جو سبا کے پاس جرف میں تھا۔ یعوق ہمدان کا اور نسر حمیر کا جو ذوالکلاع کا خاندان تھا۔ یہ قوم نوح کے صالح (نیک) لوگ تھے جب یہ لوگ فوت ہوئے تو شیطان نے ان کی قوم کو بہکا دیا اور ان کے دل میں یہ مشرکانہ بات ڈال دی کہ ان کی عظمت کا تقاضا یہ ہے کہ ان کے بیٹھنے کی جگہوں پر بت نصب کر دیئے جائیں اور ان کا نام ان بزرگوں کے نام پر رکھ دیں۔ چنانچہ انہوں نے بت تو تراش کر نصب کر دیئے لیکن اول اول ان کی عبادت نہیں کی گئی مگر جب وہ لوگ مر گئے، حق پرستی دھندلا گئی تو پھر ان کی عبادت کی جانے لگی۔[۲]

علامہ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ یہ آدم و نوح کے درمیانی عرصے کے اچھے لوگ تھے۔ ان کی پیروی کرتے تھے۔ جب یہ لوگ فوت ہو گئے تو ان کے ماننے والوں نے عقیدت کے اظہار کے لیے ان کی تصویریں بنالیں اور سمجھا کہ یوں ہماری عبادتیں زیادہ پرلطف ہوں گی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب یہ لوگ مر گئے اور دوسری نسل آ گئی تو ابلیس نے سمجھایا کہ وہ لوگ تو ان کی عبادت کرتے تھے اور ان سے بارش طلب کرتے تھے اور یوں انہوں نے عبادت شروع کر دی۔[۳]

قرآن کی رو سے یہ شرک کا پہلا اظہار تھا جس پر نسل آدم کے پہلے رسول (نوح ؑ) نے تنقیدی تبصرہ کیا، قرآن مجید نے توحید، رد شرک اور اللہ کی عبادت کو تمام انبیاء کی دعوت کی اساسیات قرار دیا۔ اللہ نے نبی اکرمؐ سے خطاب کر کے فرمایا۔ وما ارسلنا من قبلك من رسول الا نوحی الیه انه لااله الله انا فاعبدون (الانبیاء:25)

اور جو رسول ہم نے آپ سے پہلے بھیجے ان کی طرف یہی وحی کی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں سو میری عبادت کرو۔

3۔ اخوت و مساوات نسل انسانی: انبیاء نے انسانوں کو اس بات کی بھی بزور تلقین کی اور کرتے رہے ہیں کہ تمام انسان آدم کی اولاد ہے اور آدم مٹی سے بنے اس لئے تمام باہم برابر ہیں۔ اللہ کا مقرب وہی ہے جو تقوے میں اپنے ہم جنسوں سے بڑا ہے اور کسی وجہ سے عند اللہ فضیلت حاصل نہیں کی جا سکتی لیکن بالکل آج کے دور کی طرح حضرت نوح ؑ کی پیروی کرنے والے چونکہ کمزور لوگ تھے اس لئے امرائے قوم انہیں حقیر سمجھتے تھے چنانچہ انہوں نے اعتراض کیا: مانراك الا بشرا مثلنا وما نراك اتبعك الا الذین هم اراذلنا بادی الرای و ما نری لکم علینا من فضل بل نظنکم کاذبین، (ہود:27) ہم تو تجھے اپنے جیسا انسان ہی دیکھتے ہیں اور تیرے متبعین کو بھی ہم دیکھتے ہیں کہ یہ لوگ واضح طور پر سوائے نیچ لوگوں کے اور کوئی نہیں جو بے سوچے سمجھے (تمہاری پیروی کر رہے ہیں) ہم تو تمہارے برتری اپنے اوپر نہیں دیکھ رہے بلکہ ہم تمہیں جھوٹا سمجھ رہے ہیں گویا کہ ان کا کہنا یہ تھا کہ اگر اے نوح تم چاہتے ہو کہ ہم تیری پیروی کریں تو تم ان کمزور اور ذلیل لوگوں کو اپنے سے دور کرو اس لئے کہ ان کے نزدیک یہ بات بالکل نامناسب تھی کہ ان جیسے عمائدین قوم ایسے عام لوگوں کے ساتھ ایک مجلس میں بیٹھا کریں لیکن حضرت نوح ؑ نے ان کی تجویز کو رد کرتے ہوئے فرمایا: وما انا بطارد الذین آمنوا انهم ملاقوا ربهم ولکنی اراکم قوماً تجهلون" (ہود:29)

اور نہ میں ایمانداروں کو اپنے پاس سے نکال سکتا ہوں انہیں اپنے رب سے ملنا ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن میں دیکھتا ہوں کہ تم لوگ جہالت (کا اظہار) کر رہے ہو۔

یعنی اللہ اور اس کے رسولوں کے پیروکاروں کو حقیر سمجھنا اور پھر قرب نبوت سے دور کرنے کا مطالبہ کرنا یہ تمہاری جہالت ہے یہ لوگ تو اس لائق ہیں کہ انہیں سر آنکھوں پر بٹھایا جائے نہ کہ دور دھتکارا جائے۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک معیار فضیلت مال و دولت، دنیاوی جاہ حشمت، حکومت و اقتدار نہیں بلکہ حقیقی معیار فضیلت ایمان وتقوی ہے۔

یہ تاریخی حقیقت ہے کہ عموماً فقراء مساکین کے طبقے نے انبیاء کی دعوت کو قبول کیا کیونکہ وہ فطرت کے زیادہ قریب ہوتے ہیں ان کو اقتدار و اختیار کے چھن جانے کا خطرہ نہیں ہوتا۔ ہمارے اس خیال کی تائید وہ واقعہ بھی کرتا ہے جب ہرقل نے ابوسفیان سے محمدؐ کے پیروکاروں کے بارے میں پوچھا تھا کہ کیا بڑے لوگ (کھاتے پیتے لوگ) آپؐ کی پیروی کرتے ہیں یا کمزور (مساکین وفقرا؟ تو ابوسفیان نے بتایا تھا کہ کمزور لوگ تو اس پر ہرقل نے کہا تھا انبیاء کی پیروی ایسے لوگ ہی کرتے ہیں[4]۔ یقیناً وہ عیسائی ہونے کی وجہ سے انبیاء علیہم السلام کی تاریخ سے بخوبی آگاہ تھا۔

نوح علیہ السلام کا اسلوب دعوت:

1۔ نرم اور مشفقانہ انداز: حضرت نوحؑ کا تبلیغ کا انداز بہت مدلل اور رویہ بہت نرم ہوتا تھا۔ جب قوم نوح نے ان کی دعوت کا انکار کیا تو جواب دیا: یا قوم ارایتم ان کنت علی بینة من ربی واتانی رحمة من عنده فعمیت علیکم انلزمکموها و انتم لها کارهون، (ہود:28)

اے میری قوم والو! مجھے بتاؤ تو اگر میں اپنے رب کی طرف سے کسی دلیل پر ہوا اور مجھے اس نے اپنے پاس کی رحمت عطا کی ہو، پھر وہ تمہاری نگاہوں میں نہ آئی تو کیا ہم زبردستی میں تمہارے ذمے لگا دیں گے اسے تمہارے گلے منڈھ دوں۔ حالانکہ تم اس سے بیزار ہو۔

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کی بداخلاقی اور درشت رویہ کا جواب بہت ہی نرم اور مشفقانہ انداز میں دیا۔ برائی کا بدلہ برائی کے ساتھ نہیں بلکہ برائی کا بدلا اچھائی کے ساتھ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیا۔ جب ان کی قوم نے کہا: انا نراك فی ضلال مبین (الاعراف:60) بے شک ہم آپ کو کھلی گمراہی میں دیکھتے ہیں۔ تو حضرت نوحؑ نے بہترین اسلوب میں جواب دیا: یا قوم لیس بی ضلالة ولکنی رسول من رب العالمین ابلغکم رسالات ربی و انصح لکم و اعلم من الله مالاتعلمون۔ (الاعراف:61-62)

اے میری قوم! مجھ میں تو ذرا بھی گمراہی نہیں لیکن پروردگار کا رسول ہوں تم کو اپنے پروردگار کے پیغام پہنچاتا ہوں اور تمہاری خیر خواہی کرتا ہوں اور اللہ کی طرف سے ان امور کی خبر رکھتا ہوں جن کی تم کو خبر نہیں۔ شرک اس طرح انسانی عقل کو ماؤف کر دیتا ہے کہ انسان کو ہدایت، گمراہی اور گمراہی، ہدایت نظر آتی ہے۔ چنانچہ قوم نوح کی بھی یہی قلب ماہیت ہو چکی تھی ان کو حضرت نوح علیہ السلام، جو اللہ کی توحید کی طرف اپنی قوم کو نرم و مشفقانہ انداز میں دعوت دے رہے تھے، نعوذ باللہ گمراہ نظر آتے تھے۔

جو نا خوب، بتدریج وہی خوب ہوا
کہ غلامی میں بدل جاتا ہے قوموں کا ضمیر
خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

2۔ اسلوب دعوت میں تنوع: انبیاء کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قوم کے لئے بے پناہ محبت اور خیر خواہی بھری ہوتی ہے اس لئے وہ انہیں راہ راست پر لانے کے لئے ہر جتن کرتے ہیں۔ یہی شیوہ حضرت نوح علیہ السلام کا بھی تھا چنانچہ آپ نے دعوت کا ایک ہی انداز اختیار نہیں فرمایا بلکہ مختلف اسالیب کے ساتھ دعوت دی۔ دن رات، خفیہ اعلانیہ اور ترغیب و ترہیب کا ہر انداز اختیار کیا۔ یہ تمام کوششیں ایک ہی مقصد کے حصول کے لئے ہیں کہ ان کے دل میں حق بات اتر جائے۔ لیکن افسوس ان تمام کوششوں اور اسالیب کا نتیجہ سوائے ناکامی اور عدم قبولیت حق کے اور کچھ نہ ہوا یہاں تک کہ پھر حضرت نوحؑ نے عاجز آ کر اللہ تعالیٰ کو پکارا" رب انی دعوت قومی لیلاً و نهارا فلم یزدهم دعائی الا فرارا و انی کلما دعوتهم لتغفرلهم جعلوا اصابعهم فی اذانهم و استغشوا ثیابهم و اصروا و

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

استکبروا استکبارا، ثم انی دعوتهم جهارا ثم انی اعلنت لهم و اسررت لهم اسرارا (سورۃ نوح:5-9)

(جب لوگوں نے نہ مانا) تو نوح نے اللہ سے عرض کی پروردگار میں اپنی قوم کو رات دن بلاتا رہا۔ لیکن میرے بلانے سے وہ اور زیادہ گریز کرتے رہے۔ جب جب میں نے ان کو بلایا کہ (توبہ کریں اور) تو نوح نے اللہ سے عرض کی پروردگار میں اپنی قوم کو رات دن بلاتا رہا۔ لیکن میرے بلانے سے وہ اور زیادہ گریز کرتے رہے۔ جب جب میں نے ان کو بلایا کہ (توبہ کریں اور) تو ان کو معاف فرمائے تو انہوں نے اپنے کانوں میں انگلیاں دے لیں اور کپڑے اوڑھ لئے اور اڑ گئے اور اکڑ بیٹھے اور پھر ان کو کھلے طور پر بلاتا رہا اور ظاہر اور پوشیدہ ہر طرح سمجھاتا رہا۔

یوں اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے حضرت نوح رات دن اللہ کا پیغام پہنچاتے رہے۔ لیکن ان کی دعوت دینے کے باوجود یہ بدبخت لوگ ایمان سے زیادہ دور ہوگئے۔ جب کوئی قوم گمراہی کے آخری کنارے پر پہنچ جائے تو پھر ان کا یہی حال ہوتا ہے۔ اسے جتنا اللہ کی طرف بلاؤ وہ اتنا ہی دور بھاگتی ہے۔

کپڑا اوڑھ لینے کا مقصد یا تو یہ تھا کہ نوح کا چہرہ نہ دیکھیں یا یہ کہ نوح کا کلام نہ سن سکیں۔ یہ ان کی طرف سے شدت عداوت کا اور وعظ و نصیحت سے بے نیازی کا اظہار تھا بعض کہتے ہیں کہ اپنے کو کپڑوں میں ڈھانک لینے کا مقصد یہ تھا کہ پیغمبر ان کو پہچان نہ سکے اور انہیں قبولیت دعوت کے لئے مجبور نہ کرے۔

3۔ قوم کی ہٹ دھرمی اور نوحؑ کی ثابت قدمی: نوح علیہ السلام کا اپنے فرائض منصبی کی ادائیگی میں شب و روز انتہائی ثابت قدمی سے مشغول رہنے نے اکھڑ قوم کو اور زیادہ ہٹ دھرمی پر ابھارا۔ وہ اس حد تک شیطانی چکر میں پھنس چکے تھے کہ انہوں نے اپنی کج روی پر قائم رہے۔ نوح علیہ السلام کو چیلنج کرتے ہوئے کہا: یا نوح قد جادلتنا فاکثرت جدالنا فاتنا بما تعدنا ان کنت من الصادقین" (ھود:32)

(قوم نوح نے کہا) اے نوح! تو نے ہم سے بحث کر لی اور خوب بحث کر لی اب تو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس چیز سے ہمیں دھمکا رہا ہے وہی ہمارے پاس لے آ، اگر تو سچوں میں سے ہے۔

یہ وہی حماقت ہے جس کا ارتکاب گمراہ قومیں ہمیشہ کرتی آئی ہیں وہ اپنے پیغمبر سے کہتی رہی ہیں کہ اگر تو سچا ہے تو ہم پر عذاب نازل کروا کر ہمیں تباہ کروا دے۔ حالانکہ ان میں عقل ہوتی تو وہ کہتیں اگر تو سچا ہے اور واقعی اللہ کا رسول ہے تو ہمارے لئے دعا کر کہ اللہ تعالیٰ ہمارے سینے کھول دے تا کہ ہم اسے (حق بات) کو اپنا لیں۔

4- کائنات اور اس کے اندر جو اللہ کی نعمتیں ہیں ان پر غور وفکر کی دعوت:

اللہ کی اتنی نعمتیں اس کائنات میں ظاہر ہیں کہ اگر ان پر غور وفکر کیا جائے تو ایک سلیم الفکر شخص کے لئے خالق کائنات کا اعتراف کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اس حقیقت پر قیاس کرتے ہوئے حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا:

مالکم لاترجون لله وقارا ، وقد خلقکم اطوارا و جعل القمر فیهن نورا وجعل الشمس سراجا o والله أنبتکم من الارض نباتا o ثم یعید کم فیها ویخرجکم اخراجا o والله جعل لکم الارض بساطا، لتسلکوا فیها سبلا فجاجاً (نوح:13-20)

تمہیں کیا ہوا کہ اللہ کی برتری کا عقیدہ نہیں رکھتے۔ حالانکہ تمہیں طرح طرح سے پیدا کیا ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے اوپر تلے کس طرح سات آسمان پیدا کر دیئے ہیں اور ان میں چاند کو خوب جگمگاتا بنایا ہے اور سورج کو روشن چراغ بنایا ہے اور تم کو زمین سے ایک (خاص اہتمام سے) اگایا ہے (اور پیدا کیا ہے) اور تمہارے لئے اللہ نے زمین فرش بنا دیا ہے تا کہ تم اس کی کشادہ راہوں پر چلو پھرو۔

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے لئے بہت سی نعمتیں اس کائنات میں پیدا کی ہیں ان میں سے یہ بھی بڑی نعمت ہے کہ زمین پر اللہ نے بڑے بڑے کشادہ راستے بنا دیئے ہیں تا کہ انسان آسانی کے ساتھ ایک جگہ سے دوسری جگہ، ایک شہر سے دوسرے شہر یا ایک ملک سے دوسرے ملک میں جا سکے۔ یہ راستے جنہیں آج کی اصطلاح میں انفراسٹرکچر کہا جاتا ہے انسان کی کاروباری اور تمدنی ضرورت میں بنیاد کی حیثیت رکھتے ہیں۔ جس کا انتظام کر کے اللہ تعالیٰ نے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انسانوں پر ایک احسان عظیم کیا ہے اور پھر اسے نبی کی زبان سے جتایا بھی ہے۔

5- قبولیت ایمان پر رزق میں کشادگی، امن وسکون کی زندگی: نوح علیہ السلام قرب الٰہی کے حصول کی صورت میں ملنے والے انعامات کا تذکرہ کرتے اور دعوت کے قبول کرنے پر دنیا میں مالی کشادگی، قلبی اطمینان اور آخرت میں کامیابی و کامرانی کی خوشخبری دینے سے پہلے تکمیل ایمان کے لئے توبہ استغفار کو شرط قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

"فقلت استغفروا ربكم انه كان غفارا ۔ يرسل السماء عليكم مدرارا ويمددكم باموال و بنين ويجعل لكم جنات ويجعل لكم انهارا" (سورۃ نوح 12-10:

(اور میں نے کہا کہ) اپنے رب سے اپنا گناہ بخشواؤ (اور معافی مانگو) وہ یقیناً بڑا بخشنے والا ہے۔ وہ تم پر آسمان خوب برستا ہوا چھوڑ دے گا اور تمہیں پے در پے مال اور اولاد میں ترقی دے گا اور تمہیں باغات دے گا اور تمہارے لئے نہریں نکال دے گا۔

بعض علماء اسی آیت کی وجہ سے نماز استسقا میں سورہ نوح (علیہ السلام) کے پڑھنے کو مستحب سمجھتے ہیں مروی ہے کہ حضرت عمرؓ بھی ایک مرتبہ نماز استسقاء کے لئے منبر پر چڑھے تو صرف آیات استغفار (جن میں یہ آیت بھی تھی) پڑھ کر منبر سے اتر آئے اور فرمایا کہ میں نے بارش کو بارش کے ان راستوں طے طلب کیا ہے جو آسمانوں میں ہیں۔ جن سے بارش زمین پر اترتی ہے[۵]۔

حضرت حسن بصری کے متعلق مروی ہے کہ ان سے آکر کسی نے قحط سالی کی شکایت کی تو انہوں نے اسے استغفار کی تلقین کی، کسی دوسرے شخص نے فقر وفاقہ کی شکایت کی، اسے بھی انہوں نے یہی نسخہ بتلایا۔ ایک اور شخص نے اپنے باغ خشک ہونے کا شکوہ کیا تو اسے بھی فرمایا استغفار کر۔ ایک شخص نے کہا: میرے گھر اولاد نہیں ہوتی، اسے بھی کہا اپنے رب سے استغفار کر۔ کسی نے جب ان سے کہا کہ آپ نے استغفار ہی کی تلقین کیوں کی؟ تو آپ نے یہی آیت تلاوت کر کے فرمایا کہ میں نے اپنے پاس سے یہ بات نہیں کی یہ وہ نسخہ ہے جو ان سب باتوں کے لئے اللہ نے بتلایا ہے۔[۶]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ایک صفت غفار بھی ہے یعنی سب سے زیادہ معاف کرنے والا ہے لہٰذا اللہ سے بڑھ کر رحم کرنے اور معاف کرنے والا اور کون ہے!

استغفار دعوت الی اللہ کا آغاز ہوتا ہی استغفار سے ہے۔ استغفار کے بغیر دعوت کے تمام کام بے نتیجہ ہونے سے محفوظ نہیں رہ سکتے کیونکہ استغفار رجوع الی اللہ کا دائمی نسخہ ہے۔ تمام انبیاء علیہم السلام کی زندگیوں میں استغفار ایک لازمی عنصر کے طور پر موجود رہا ہے۔[۷]

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ حضرت معاویہ کے پاس وفد لے کر ملنے گئے۔ واپس آنے لگے تو ایک شخص نے حضرت معاویہ سے عرض کیا: میں ایک مال دار شخص ہوں لیکن میری اولاد نہیں، مجھے کوئی وظیفہ بتایئے جس کرنے پر میرے ہاں اولاد پیدا ہو، حضرت معاویہ نے فرمایا: کثرت سے استغفار کیا کر۔ چنانچہ اس شخص نے کثرت سے استغفار کرنا شروع کیا یہاں تک کہ ایک دن میں سات سو سے زیادہ مرتبہ استغفار کرتا، اسی دوران اللہ تعالیٰ نے اس کو دس بیٹے عطا کئے۔ اور اس شخص سے پوچھا گیا کہ کیا تم نے اپنی حاجت بیان کی تھی تو جواب دیا: میں نے حضرت ھود علیہ السلام کے فرمان پر عمل کیا: انہوں نے اپنی قوم کو استغفار کرنے کی صورت میں بشارت دی۔ ''ویزدکم قوۃ الی قوتکم'' (ھود:52) یعنی اگر استغفار و توبہ کرو گے تو تمہاری طاقت اور قوت بڑھا دے گی۔

اور نوح علیہ السلام کے فرمان پر عمل کیا تھا جنہوں نے استغفار کی صورت میں اپنی قوم کو یہ خوشخبری دی تھی کہ: "ویمددکم باموال و بنین" (نوح:12) اور تمہیں (استغفار کی وجہ سے) خوب پے در پے مال اور اولاد میں ترقی دے گا۔[۸]

گویا کہ اس شخص نے بتایا کہ اس نے صرف استغفار ہی کیا تھا۔ جس کی وجہ سے اللہ نے اولاد عطا کی۔ اسی لئے نبی پاک ﷺ نے اپنی امت کو کثرت سے استغفار کرنے کی تلقین فرمائی دیکھئے۔ (سورہ ھود:3)

نبی پاک ﷺ کا فرمان ہے: "من لزم الاستغفار جعل اللّٰہ لہ من کل ھم فرجاً ومن کل ضیق مخرجا ورزقہ من حیث لا یحتسب" [۹] جو پابندی سے استغفار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہر فکر سے کشادگی اور ہر تنگی سے راستہ بنا دیتا ہے اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اُس کو ایسی جگہ سے روزی دیتا ہے جو اس کے وہم وگمان میں بھی نہیں ہوتا۔

داعی کے لئے راہنمائی حضرت نوح علیہ السلام کی سیرت کی روشنی میں:

۱۔ اللہ پر کامل اعتماد: اظہارِ حق کے سلسلے میں اللہ پر مکمل بھروسہ وتوکل۔ جاہ وحشمت سے گھبرائے بغیر دین کی دعوت پھیلانا۔

صرف اسی اللہ سے ڈرنا جس کے ہاتھ میں زندگی وموت ہے، یہ یقین رکھنا کہ وہی رازق اور مشکل کشا ہے۔ نفع ونقصان کا وہی مالک ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو چیلنج کیا جسے قرآن میں ارشاد فرماتا ہے: یاقوم إن کان کبر علیکم مقامی و تذکیری بایات اللّٰہ فعلی اللّٰہ توکلت فاجمعوا امرکم و شرکاء کم ثم لا یکن امرکم علیکم غمة ثم اقضوا الی و لا تنظرون"

(یونس:71)

اے میری قوم اگر تم کو میرا رہنا اور احکام الٰہی کی نصیحت کرنا بھاری معلوم ہوتا ہے تو میرا تو اللہ ہی پر بھروسہ ہے۔ تم اپنی تدبیر مع اپنے شرکا کے پختہ کرلو۔ پھر تمہاری تدبیر تمہاری گھٹن کا باعث نہ ہونی چاہیئے پھر میرے ساتھ کر گزرو اور مجھ کو مہلت نہ دو۔ یوں نوح علیہ السلام نے اللہ پر مکمل بھروسہ کیا اور اسی کی مدد شامل حال ہونے کا دعوی کیا۔ پھر لوگوں نے دیکھا کہ تمام قوم ایک طرف اور حضرت نوح علیہ السلام ایک طرف۔ پھر بھی حق پر ثابت قدم رہے اور عنداللہ سرخرو بھی ہوئے۔

لہٰذا ایک مبلغ کے لئے ان کی سیرت میں بہترین نمونہ ہے۔ مبلغین کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا گیا: "الذین یبلغون رسالات اللہ و یخشونہ ولا یخشون احدا الا اللہ"

(الاحزاب:39)

یہ سب ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچایا کرتے ہیں اور اللہ ہی سے ڈرتے ہیں اور اس کے علاوہ کسی سے نہیں ڈرتے۔ جب مبلغ ایمان کے ساتھ اپنے رب پر بھروسہ کرتا ہے اس کو پوری دنیا کی قوت بھی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ اگر وہ کسی مشکل میں مبتلا بھی کیا جائے تو وہ امتحان وآزمائش کے طور پر کیا جاتا ہے۔ انجام کار داعی کے لئے کامرانی وکامیابی ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیونکہ اللہ کا وعدہ ہے: کتب اللہ لاغلبن انا و رسلی ان اللہ قوی عزیز" (المجادلہ:21)
اللہ تعالیٰ لکھ چکا ہے کہ بے شک میں اور میرے پیغمبر غالب رہیں گے یقیناً اللہ تعالیٰ زور آور اور غالب ہے۔

اور اللہ کا وعدہ ہے: والعاقبة للمتقین :انجام (کامیابی) پرہیزگاروں کے لئے ہے۔

2- **ثابت قدمی سے دعوت کا سلسلہ جاری رکھنا:** حضرت نوح علیہ السلام نے ساڑھے نوسو سال تک دعوت دی مگر ایمان لانے والوں کی تعداد ایک کشتی کی سواریوں سے بھی تھوڑی تھی۔ بعض روایات میں ان کی تعداد دس بتائی جاتی ہے بعض کہتے ہیں کہ تعداد 72 تھی اور بعض روایت میں اسی کہتے ہیں۔

اتنی لمبی مدت تک، مسلسل دن رات دعوت دیتے رہے مگر بہت فی سال ایک شخص بھی مسلمان نہ ہوا۔ اس کے باوجود نوح علیہ السلام مایوس نہیں ہوئے بلکہ اپنا مشن پامردی سے جاری رکھا۔ کسی قسم کی کمزوری کا مظاہرہ نہیں کیا۔ لہٰذا ایک داعی کے لئے ان میں یہی اسوہ ہے کہ اسے اپنی مہم جاری رکھنا چاہیئے خواہ مخاطب قبول کرے یا نہ کرے۔ داعی کے ذمے حق تعالیٰ کی حجت کا اتمام ہے کہ مخاطبین کو اللہ کا پیغام پہنچا دیا گیا۔ سو ایسے پیغام رسانی بطریق اَحسن سرانجام دے کر خود سرخرو ہونا ہے دعوت کے نتائج بہر حال اللہ کی مشیت کے تابع ہیں اس لیے ان کے بارے میں بے پرواہ ہو کر راضی برضائے الٰہی ہونا چاہیئے۔ (القصص:56، البقرۃ:272، الکھف:6)

3- **مخاطبین سے عقیدے کی بنیاد پر تعلقات استوار کرنا:** تعلقات کی اصل بنیاد عقیدہ توحید ہونا چاہیئے خواہ دوسرا شخص رشتہ دار ہو یا اجنبی۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "الاخلاء یومئذ بعضھم لبعض عدو الا المتقین" (الزخرف:67)

اس دن (گہرے) دوست بھی ایک ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں گے۔ سوائے پرہیزگاروں کے۔

اگر ایمان وعقیدہ کی بنیاد پر رابطہ نہ ہو تو وہ عارضی ہے خواہ خونی رشتہ کیوں نہ ہو۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جیسے کہ فرمایا: لن تنفعکم ارحامکم ولا اولادکم یوم القیامۃ یفصل بینکم واللہ بما تعلمون بصیر" (الممتحنۃ:3)

تمہاری قرابتیں، رشتہ داریاں اور اولاد تمہیں قیامت کے دن کام نہ آئیں گی۔ اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان فیصلہ کردے گا جو کچھ تم کر رہے ہو۔

مزید آیات ملاحظہ ہوں (التوبۃ:23، المائدہ:8، النساء:135)

جب حضرت نوح علیہ السلام نے دیکھا کہ ان کا بیٹا طوفان میں غرق ہو رہا ہے شفقت پدری جوش میں آکر اللہ سے دعا کی یا اللہ: رب ان ابنی من اھلی وان وعدك الحق وانت احکم الحاکمین" (ھود:45)

اے میرے رب میرا بیٹا تو میرے گھر والوں میں سے ہے۔ یقیناً تیرا وعدہ بالکل سچا ہے اور تو تمام حاکموں سے بہتر/ بڑا حاکم ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام نے قرابت نسبی کا لحاظ کرتے ہوئے اسے اپنا بیٹا قرار دیا لیکن اللہ تعالیٰ نے ایمان کی بنیاد پر قرابت دین کے اعتبار سے اس بات کی نفی فرمائی کہ وہ تیرے گھرانے سے نہیں ہے۔ اس لئے کہ ایک نبی کا اصل گھرانہ تو وہی ہے جو اس پر ایمان لائے، چاہے وہ کوئی بھی ہو اور اگر کوئی ایمان نہ لائے تو چاہے وہ نبی کا باپ ہو، بیٹا ہو یا بیوی، وہ نبی کے گھرانے کا فرد نہیں۔

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ غزوہ بدر کے موقع پر اسلامی صف میں کھڑے ہیں اور ان کا بیٹا عبدالرحمٰن (ابھی مسلمان نہیں ہوئے) کفار کی صف میں کھڑے ہیں عبدالرحمٰن بن ابوبکرؓ نے ایمان لانے کے بعد اپنے باپ سے کہا کہ غزوہ بدر میں آپ میرے سامنے سے کئی دفعہ گزرے لیکن میں نے نظر انداز کیا اور آپ پر حملہ نہیں کیا ابوبکرؓ فرمانے لگے اگر تم میرے سامنے آتے تو ہرگز میں تمہیں نہ چھوڑتا۔[۱۰]

4- ہر شخص اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہے: داعی کے لئے اس میں درس ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام اور ان پر ایمان لانے والوں کو نجات دی اور کشتی میں سوار کرایا اور اللہ کے نافرمانوں اور کافروں کو غرق آب کر دیا۔ جن کو ہلاک و تباہ کیا ان میں نوح علیہ السلام کا بیٹا اور اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی بیوی بھی تھے۔ان کے بیٹے کے بارے میں اللہ نے فرمایا کہ آپ کے اھل میں سے نہیں۔ نوح اور لوط کی بیوی کے بارے فرمایا کہ وہ خیانت کرنے والی تھیں یہاں خیانت سے مراد عصمت میں خیانت نہیں، کیونکہ اس بات پر اجماع ہے کہ کسی نبی کی بیوی بدکار نہیں ہوتی۔خیانت سے مراد ہے کہ یہ اپنے خاوندوں پر ایمان نہیں لائیں، نفاق میں مبتلا رہیں اور ان کی ہمدردیاں اپنی کافر قوموں کے ساتھ رہیں، چنانچہ نوح علیہ السلام کی بیوی، حضرت نوح علیہ السلام کی بابت لوگوں سے کہتی کہ یہ مجنوں (دیوانہ) ہے اور لوط علیہ السلام کی بیوی اپنی قوم کو گھر میں آنے والے مہمانوں کی اطلاع پہنچاتی تھی۔بعض کہتے ہیں کہ یہ دونوں اپنی قوم کے لوگوں میں اپنے خاوندوں کی چغلیاں کھاتی تھیں۔[۱۱]

امام الزمخشری آیت کریمہ: ضرب الله مثلاً للذين كفروا امرأة نوح و امرأة لوط ..... (التحریم:10) کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ کافروں کو عذاب میں مبتلا فرماتا ہے کیونکہ وہ ایمان والوں کے ساتھ دشمنی کرتے ہیں اگر ان کافروں کا مسلمانوں کے ساتھ خواہ خونی رشتہ ہو یا ازدواجی تعلق یہ تعلقات ان کو عذاب سے نہیں بچا سکتے جیسے کہ معلوم ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کی بیویاں اگرچہ نبیوں کی بیویاں تھیں لیکن خیانت اور منافقانہ کردار کی وجہ سے وہ عذاب الٰہی کی مستحق ٹھہریں۔

امام ابن القیمؒ فرماتے ہیں۔یہ آیت کریمہ تین مثالوں پر مشتمل ہے ایک مثال کافروں کے بارے میں اور دو مثالیں ایمان والوں کے بارے میں۔پہلی مثال یہ ہے کہ کافر ہر حال میں عذاب کا مستحق ٹھہرے گا کیونکہ وہ اللہ، اس کے رسول اور اللہ کے دوستوں سے عداوت رکھتا ہے چاہے کافر کا مسلمانوں کے ساتھ خونی رشتہ ہی کیوں نہ ہو کسی حالت میں بھی عذاب الٰہی سے نہیں بچ سکے گا کیونکہ وہ اللہ کا منکر اور خائن ہے۔جیسا کہ حضرت نوح اور لوط علیہ السلام کی بیویوں کے قصے سے واضح ہے (مزید ملاحظہ ہو آیات: الانعظار:19، البقرۃ:48، لقمان:23)

مسلمان عورتوں کی دو مثالیں جو ان آیات میں مذکور ہیں ان میں سے ایک تو فرعون کی بیوی کی ہے فرعون جو خدائی کا دعویٰ کرنے والا، اللہ کا باغی تھا جب کہ اس کی بیوی مومنہ اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سار تھی۔ اس کا خاوند کافر ہونے کا اس کی بیوی کو کوئی اخروی نقصان نہیں ہوگا۔

دوسری مثال حضرت مریم بنت عمران کی ہے جو پاک دامن تھیں جن کو اللہ تعالیٰ نے بغیر باپ کے پیغمبر بیٹا عطا کیا تھا۔

حدیث میں ہے: جنتی عورتوں میں سے سب سے افضل حضرت خدیجہ، حضرت فاطمہ، حضرت مریم اور فرعون کی بیوی آسیہ ہیں، رضی اللہ عنہن [۱۲]

دوسری ایک حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا: مردوں میں کامل بہت ہوئے ہیں مگر عورتوں میں کامل صرف فرعون کی بیوی آسیہ، مریم بنت عمران اور خدیجہ بنت خویلد ہیں اور عائشہ کی فضیلت عورتوں پر ایسے ہے جیسے ثرید کو تمام کھانوں پر فضیلت حاصل ہے۔ [۱۳]

خلاصہ کلام ہر انسان اپنے قول وفعل کا خود ذمہ دار ہے باپ کی نیکی و بزرگی نافرمان بیٹے کے جرم و بغاوت کا علاج نہیں اسی طرح بیٹے کی سعادت و نیک بختی باپ کی سرکشی کا بدل نہیں ہوتی۔

مشرکین مکہ بھی اسی خام خیالی میں تھے کہ ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد اور بیت اللہ کے متولی و مجاور ہیں، ہم پر اللہ کا غضب آنہیں سکتا۔

یہود و نصاریٰ بھی اسی زعم و پندار میں تھے کہ ہم نبیوں کی اولاد اور اللہ کے بیٹے و رشتہ دار ہیں۔ ہمیں اگر عذاب ملا بھی تو چند ایک دن ہوگا اور آج بھی اس طرح بہت سے غلط کار و بے عمل مسلمان اس جھوٹے و کھوکھلے بھروسوں پر تکیہ کیے ہوئے ہیں کہ ہم فلاں کی اولاد ہیں، فلاں بزرگ کی نسبت رکھتے ہیں، فلاں قبر شریف کے مجاور ہیں، ان سلسلوں کی نسبت ضائع نہ جائے گی اور اللہ ان نسبتوں کی لاج رکھ ہی لے گا وغیرہ وغیرہ۔

حضرت نوح علیہ السلام کا یہ تذکرہ ایسے تمام فریب خوردہ نظریات پر کس قدر کاری ضرب لگاتا ہے!

فاعتبروا یا اولی الابصار

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حوالہ جات

[۱] البخاری مع فتح الباری، کتاب الانبیاء۔ باب 3 ,371/6

[۲] البخاری مع فتح الباری، باب سورۃ 71 ,667/8

[۳] تفسیر ابن کثیر، 547/4

[۴] مسلم، کتاب الجہاد، حدیث نمبر 74 , 1397-1394/3

[۵] تفسیر ابن کثیر، ,546-545/4

[۶] ابوبکر الجزائری: اکیسر التفاسیر، 441/5

[۷] خالد علوی، پیغمبرانہ منہاج دعوت، ص 69

[۸] تفسیر الزمخشری، 275/2

[۹] ابوداؤد، ابواب الوتر، باب فی الاستغفار، 86/2

[۱۰] السیرۃ الحلبیۃ، 192/2

[۱۱] قرآن کریم مع اردو ترجمہ و تفسیر۔ شاہ فہد قرآن کریم کمپلیکس، سعودی عرب

[۱۲] مسند احمد، 293/1، البانی، سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ حدیث نمبر 1508

[۱۳] مسلم، کتاب الفضائل، باب فضائل خدیجۃ، 199-198/15

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دعوت ھود و صالح علیہما السلام

حضرت ھود علیہ السلام کا اسم گرامی قرآن حکیم میں سات جگہ آیا ہے۔ پانچ جگہ سورہ ھود میں اور سورہ اعراف میں ایک جگہ اور ایک جگہ سورہ الشعراء میں۔

حضرت ھود جس قوم کی طرف بھیجے گئے تھے اس کا نام ''عاد'' تھا۔ قوم عاد کا تذکرہ قرآن حکیم کی دس سورتوں میں ملتا ہے۔ قرآن حکیم روئے زمین پر پہلی آسمانی کتاب ہے جس نے قوم عاد کا تذکرہ کیا ہے۔ سابقہ آسمانی کتب اس واقعہ سے خالی ہیں۔

حضرت صالح اور قوم ثمود اصحاب الحجر: قرآن حکیم میں حضرت صالح علیہ السلام کا اسم گرامی نو مقامات پر آیا ہے؟ تین جگہ اعراف میں سورہ ھود میں چار جگہ، ایک جگہ سورہ الشعراء میں اور سورۃ النمل میں ایک جگہ۔

حضرت صالح علیہ السلام جس قوم میں پیدا ہوئے اس کا نام ثمود تھا۔ قوم ثمود کا ذکر قرآن حکیم میں دس سورتوں میں آیا ہے۔

حضرت ھود اور حضرت صالح علیہما السلام کا ایک ساتھ ذکر کرنے کا سبب ان دونوں میں مندرجہ ذیل امور میں مشترک ہونا ہے۔

1- معاشرت و تمدن کے اعتبار سے دونوں حضرات کی قومیں بہت ہی ترقی یافتہ تھیں اور قوت و شوکت میں ان کا ہم پلہ کوئی نہ تھا۔

نیز فن تعمیرات میں ان کا کوئی جواب نہ تھا۔ بڑی بڑی اونچی عمارات بناتے اور طرح طرح کے باغات بناتے اور سجاتے تھے۔

عاد کے بارے میں حضرت ھود کا فرمان قرآن نے نقل کیا: اتبنون بکل ریع آیۃ تعبثون.....(الشعراء:128-134)

کیا تم ہر ہر ٹیلے پر بطور کھیل تماشا یادگار (عمارت) بنا رہے ہو اور بڑی صنعت والے (مضبوط محل) تعمیر کر رہے ہو گویا کہ تم ہمیشہ یہیں رہو گے اور جب کسی پر ہاتھ ڈالتے ہو تو سختی اور ظلم سے پکڑتے ہو۔ اللہ سے ڈرو اور میری پیروی کرو۔ مزید تفصیلات کے لئے ملاحظہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو(فصلت:15،الشعراء:146-149،الفجر:9)

2- دونوں قوموں کا تعلق یقطان سے تھا جو عرب قبیلہ ہے۔ایک احقاف جو یمن اور عمان کے درمیان واقع ہے کی رہنے والی تھی اور دوسری مدائن حجر کی جو تبوک اور مدینہ کے درمیان واقع ہے۔

3- دونوں قوموں کے انداز وسلوک میں مشابہت تھی ان میں تکبر،غرور نافرمانی بت پرستی اور توحید سے انکار کا پہلو مشترک تھا۔

4- قرآن مجید میں بہت سے مقامات پر ان دونوں قوموں کا ساتھ ساتھ ذکر لایا گیا ہے۔جیسے کہ سورہ برأۃ (توبہ)،ابراہیم،الفرقان،ص،ق،النجم اور القمر وغیرہ۔

5- ان دونوں قوموں کا تعلق عرب قبائل سے ہونے کی دلائل بھی ہیں۔طویل حدیث ہے اس میں یہ مذکور ہے کہ چار انبیاء عربی تھے یعنی ھود،صالح،شعیب علیہم السلام اور محمد ﷺ[1]۔

ان دونوں نبیوں علیہما السلام کے درمیان ایک فرق یہ ہے کہ صالح علیہ السلام کو اونٹنی کا معجزہ عطا کیا تھا مگر ھود علیہ السلام کے معجزہ کا تذکرہ قرآن میں موجود نہیں بلکہ ھود علیہ السلام کی قوم کا اعتراض ہی یہی تھا کہ آپ نے ہمارے پاس کوئی معجزہ یا دلیل پیش ہی نہیں کی (تفصیل کے لئے ملاحظہ سورہ ھود:53)

ان دونوں نبیوں علیہما السلام کی دعوت کی اساسیات:

1- توحید 2- بعث (ایمان بالآخرۃ) 3- پچھلی امتوں کے واقعات

ان کی چند تفصیلات:

1- توحید: حضرت نوح علیہ السلام کے بعد کافی مدت تک لوگ عقیدہ توحید پر قائم رہے پھر مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ عقائد میں خرابی پیدا ہونا شروع ہوگئی شیطان اپنا حربہ استعمال کرنے لگا جب لوگ شرک کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ھود کو دعوت توحید دے کر قوم عاد کی طرف مبعوث فرمایا۔حضرت ھود علیہ السلام نے ان کو نرمی اور حکمت عملی کے ساتھ توحید کی دعوت دی لیکن ان لوگوں نے دعوت ھود علیہ السلام کا انکار کیا۔(ملاحظہ ہو ھود:50)

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ھود علیہ السلام کی دعوت میں کوئی ذاتی غرض نہ تھی صرف اللہ کی خاطر بغیر دنیاوی معاوضہ کے دین کی دعوت دیتے رہے جیسے کہ قرآن میں واضح طور پر درج ہے حضرت ھود نے اعلان فرمایا دیا تھا کہ میں تم سے دنیاوی اجر طلب نہیں کرتا.....(ملاحظہ ہو سورہ ھود: 51)

توحید عبادت کی طرف دعوت (توحید عبادت) سے مراد یہ ہے کہ اللہ کی وحدانیت پر کامل ایمان رکھ کر، تمام عبادات اسی کے لئے خاص کرنا، نذر و نیاز، سجدہ، وغیرہ ہر قسم کی جسمانی بدنی و اعتقادی عبادات اللہ کے لئے خاص کرنا اور توحید الوہیت کا بھی قائل ہونا کہ کائنات کا رب و مالک صرف ایک اللہ ہی ہے بغیر کسی شریک و معاون کے عبادت کا معنی اللہ کی فرمانبرداری ہی ہے جیسے کہ عدی بن حاتم کو نبی پاک ﷺ نے بالوضاحت فرمادیا تھا جب کہ عدی نے کہا تھا کہ یہود و نصاری نے علماء و رہبان کو رب تو نہیں بنایا اس کے جواب میں نبی پاک ﷺ نے فرمایا جب یہ یہود و نصاری کے علماء کسی حرام چیز کو حلال اور حلال کو حرام قرار دیتے تھے اور لوگ ان کی یہ بات مان لیتے تھے یہی بات ان کی عبادت کرنے کے مترادف ہے۔[۲]

توحید کی اہمیت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بار بار اس کی تاکید فرماتا ہے اللہ کا فرمان:

''اعبدوا اللہ مالکم من الہ غیرہ'' (اعراف، ھود، المومنون) یہ بھی ارشاد باری ہے (الا تعبدوا الا اللہ) (الاحقاف)

پہلی آیت میں حکم (امر) ہے اور دوسری میں (نہی) ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ انداز کیوں اختیار فرمایا اس کی وجوہات درج ذیل ہیں:

1۔ توحید کی اہمیت کی وجہ سے صرف حکم (امر) پر اکتفاء نہ کیا بلکہ معبودان باطلہ کی تردید بھی کی تاکہ کوئی غیر واضح بات نہ رہے۔

2۔ کسی زمانہ میں یہ بھی ہوسکتا تھا کہ لوگ اللہ کی عبادت تو کرتے مگر اس کے ساتھ غیر اللہ کی عبادت کرنا شروع کر دیتے اور اس شرک کو مستحسن قدم شمار کرنے لگ جاتے لہٰذا معبودان باطلہ کی نفی (تردید) ضروری تھی۔ ان کی مزید تفصیلات دیکھئے۔[۳]

2۔ ایمان بالآخرت: ترغیب و ترھیب ساتھ ساتھ چلتی ہیں تعلیمات الیہہ میں نیکی کرنے اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

برائی سے بچنے کے لئے تصور آخرت بہت ضروری ہے جس کے اندر جزاء وسزا کا تصور واضح ہوتا ہے۔ اسی عقیدے کی وجہ سے نیکی کی ترغیب ہوتی ہے اور برائی سے خوف اور نفرت پیدا ہوتی ہے۔ (ملاحظہ الشعراء:135، المومنون: 33-37، یونس:77-79)

ان کفار نے آخرت کا انکار کیا تھا اور یہ ایک ایسے بنیادی عقیدے کا انکار تھا جس سے انسان دائرہ ایمان سے خارج ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مختلف انداز میں اس عقیدہ کو واضح کیا چنانچہ ایک جگہ فرمایا کہ اللہ جو تمہیں عدم سے وجود میں لایا اس کے لئے دوبارہ پیدا کرنا کونسی بڑی بات ہے۔ (ملاحظہ ہو الروم:27، العنکبوت:20)

ہم دیکھتے ہیں کہ انسان جو خود مخلوق ہے کس طرح ایک مشین کے پرزے بناتا ہے اور انہیں جوڑ کر مشین تیار کر لیتا ہے پھر اس کے بعد اس کو کھول بھی دیتا ہے۔ پھر کیا اس کے لئے اسے دوبارہ بنانا اور جوڑنا کوئی مشکل بات ہے!

حضرت ابوھریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بنی آدم نے مجھے گالی دی اس کے لئے یہ زیب نہیں دیتا کہ مجھے گالی دے۔ اس نے مجھے جھٹلایا حالانکہ اس کو زیب نہیں دیتا کہ مجھے جھٹلائے، مجھے گالی دینا یہ ہے کہ اس نے میرے لئے اولاد ثابت کی حالانکہ میں احد ہوں اور بے نیاز ہوں جس کی نہ اولاد ہے اور نہ والدین اور مجھے جھٹلایا یہ ہے کہ وہ سمجھتا ہے اس کو دوبارہ زندہ نہیں کر سکوں گا حالانکہ جب ابتدائی طور پر میں نے پیدا کیا تو پھر دوبارہ زندہ کرنا میرے لئے زیادہ آسان ہے۔ [۴]

پھر عقلی نقطہ نگاہ سے ظالم کو ظلم کی سزا ملنا ضروری ہے اور مظلوم کی دادرسی ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ عادل ہے کیسے ہو سکتا ہے عدل کئے بغیر لوگوں کو چھوڑ دے۔

دنیا میں بھی عدل وانصاف کے بغیر امن کی زندگی میسر نہیں ہوتی اس طرح آخرت میں عدل ومیزان کے بغیر انصاف کا حصول کیسے ممکن ہے!

3- ان دونوں نبیوں کی دعوت کی تیسری اساس یعنی پچھلی امتوں کے واقعات سے درس عبرت حاصل کرنے کی ترغیب ہے۔ ان واقعات میں ایمان والوں کی کامیابی وکامرانی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور کافروں (منکرین) کی بدبختی اور ہلاکت کی داستانیں ہیں۔

حضرت نوح کے بعد ان اقوام کو اللہ تعالیٰ نے منتخب کیا۔ (ملاحظہ ہو الاعراف: 69، الاعراف: 74)

ان واقعات کی روشنی میں سمجھانے کے باوجود یہ قوم سمجھ نہ سکی اور انہوں نے جواب دیا: اتنھانا ان نعبد مایعبد آباؤنا، (ھود: 62)

کیا تم ہمیں روک رہے ہو کہ ہم عبادت نہ کریں جن کی ہمارے آباؤ اجداد عبادت کرتے تھے کاش دنیا کی قومیں پچھلی امتوں کے واقعات سے درس عبرت حاصل کرتیں۔ آج اگر امت مسلمہ بھی غور کر لے تو اس کو بھی احساس ہو جائے کہ مسلمانوں کو اندلس سے نکالے جانے اور مغربی دنیا کے سامنے سرنگوں ہونے کے اسباب کیا تھے اور ان حقائق کی روشنی میں وہ آئندہ کے لئے بہتر طرز عمل اختیار کر کے اپنی موجود ذلت و رسوائی کی حیثیت سے نکل کر بہتر مقام پا سکتی ہے۔ باذن اللہ

ان دونوں نبیوں علیہما السلام کا طریق دعوت:

1- **تذکیر بنعم اللہ:** قوم ھود اور قوم صالح کو اللہ تعالیٰ نے بے حد نعمتوں سے نوازا اور خوشحال زندگی عطا کی انہیں بڑی بڑی نہریں بنانے کی سوجھ بوجھ دی۔ اونچی اونچی (مضبوط) عمارات تعمیر کرنے کی فہم و فراست عطا کی اور ان کو جسمانی قوت سے بھی بہرہ ور کیا۔

چاہیے تو یہ تھا کہ ان نعمتوں پر اللہ کا شکر ادا کرتے اور اللہ تعالیٰ کی ان انعامات کے معترف ہوتے لیکن ان قوموں نے اللہ کی ان نعمتوں کی ناشکری کی۔ قرآن کہتا ہے: "فاما عاد فاستکبروا فی الارض بغیر الحق" (فصلت: 15)

عاد نے زمین پر تکبر کیا بغیر حق کے۔ وہ اس نعمت خداوند کو اپنی ذاتی محنت اور عقل و فراست کا کرشمہ سمجھتے تھے اس لئے ایسی قوت پر ناز کرنے لگے اور حق بات کا انکار کرنے لگے اور اللہ کی بندگی سے منہ موڑ لیا نتیجہ یہ ہوا کہ ان پر عذاب الٰہی نازل ہوا۔ و فی عاد اذ ارسلنا علیہم الریح العقیم ○ ما تذر من شئ اتت علیہ الا جعلتہ کالرمیم" (الذاریات: 41-42)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عادیوں کو (ہماری طرف سے تنبیہ ہے) جب کہ ہم نے ان پر خیر و برکت سے خالی آندھی بھیجی اور جس چیز پر گرتی تھی اسے بوسیدہ ہڈی کی طرح (چورا چورا) کر دیتی تھی۔

یہ اس ہوا کی تاثیر تھی جو قوم عاد پر بطور عذاب بھیجی گئی تھی یہ تند و تیز ہوا، سات راتیں اور آٹھ دن مسلسل چلتی رہی۔

اس طرح کی گرفت کرنا اللہ کا قانون ہے۔ ہر جھٹلانے والی قوم کو ہر زمانے میں ایسی ہی گرفت سے سامنا ہوا۔

اسی طرح قوم ثمود کو بھی اللہ نے پکڑا: ولقد کذب اصحاب الحجر المرسلین o و آتیناھم آیاتنا فکانوا عنھا معرضین" (الحجر:80-81)

حجر والوں نے رسولوں کو جھٹلایا ہم نے ان کو نشانیاں عطا کیں لیکن انہوں نے منہ موڑ لیا ان کو حضرت صالح نے مختلف طریقوں سے سمجھانے کی کوشش فرمائی اور دین حق کی دعوت دیتے رہے مگر انہوں نے نہ صرف حق قبول نہ کیا بلکہ نبی پر اعتراض کرتے رہے اور ان کو جادوگر تک کہنے لگے۔ پھر سرکشی اس حد تک بڑھی کہ معجزے کے طور پر آئی ہوئی اللہ کی اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں۔ یوں اپنی بدعملیوں سے اپنے ہی خلاف حجت قائم کر لی چنانچہ عذاب الٰہی نے ان کو آدبوچا۔ (ملاحظہ ہو الشعراء:153-158)

اسی طرح ظلم و انکار کی کی بدانجامی کا اندوہناک نقشہ کھینچتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"فانظر کیف کان عاقبة مکرھم انا دمرناھم و قومھم اجمعین o فتلك بیوتھم خاویة بما ظلموا ان فی ذالك لایة لقوم یعلمون (النمل: 51-52)

(اب) دیکھ لے ان کے مکر کا انجام کیسا کچھ ہوا کہ ہم نے ان کو اور ان کی قوم کو سب کو غارت کر دیا۔ یہ ہیں ان کے مکانات جو ان کے ظلم کی وجہ سے اجڑے پڑے ہیں جو لوگ علم رکھتے ہیں ان کے لئے اس میں بڑی نشانی ہے۔

یعنی ہم نے صرف نو سرداروں کو ہی نہیں (جنہوں نے شہر میں فساد پھیلا رکھے تھے) بلکہ ان کی قوم کو بھی مکمل طور پر ہلاک کر دیا کیونکہ وہ قوم ہلاکت کے اصل سبب کفر و جحود میں مکمل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طور پر ان کے ساتھ شریک تھی اگر چہ بالفعل ان کے منصوبہ قتل میں شریک نہ ہو سکی تھی کیونکہ یہ منصوبہ خفیہ تھا لیکن ان کی منشا اور دلی آرزو کے عین مطابق تھا۔ اس لئے وہ بھی گویا اس مکر میں شریک تھی جو نو افراد نے حضرت صالح علیہ السلام اور ان کے اہل کے خلاف (قتل کرنے کا منصوبہ) تیار کیا تھا۔ اس لئے پوری قوم ہلاکت کی مستحق قرار پائی۔

2- توبہ واستغفار کی دعوت: توبہ واستغفار اللہ کی رحمت کے نزول کا باعث ہوتے ہیں۔ یہ مال و دولت اور اولاد میں اضافہ و کشادگی کا باعث بنتے ہیں اس لیے تعلیمات الٰہیہ میں کثرت سے استغفار کی تلقین کی گئی ہے چنانچہ حضرت ھود علیہ السلام سے کہلوایا: یا قوم استغفروا ربکم ثم توبوا الیہ یرسل السماء علیکم مدرارا ویزدکم قوۃ الی قوتکم ولا تتولوا مجرمین (ھود:52)

اے میری قوم کے لوگو! تم اپنے رب سے اپنی تقصیروں کی معافی طلب کرو اور اس کی جناب میں توبہ کرو وہ برسنے والا (بادل) تم پر بھیج دے گا اور تمہاری طاقت پر اور طاقت بڑھا دے گا اور تم جرم کرتے ہوئے روگردانی نہ کرو۔

اور حضرت صالح نے اپنی قوم کو یوں سمجھایا: (فاستغفروہ ثم توبوا الیہ) (ھود:61)

اس سے اپنی غلطی کی معافی مانگو اور اس کی طرف رجوع کرو (توبہ کرو)

حضرت نوح علیہ السلام کی بھی دعوت یہی تھی اور نبی مکرم ﷺ کی بھی (ملاحظہ ہو نوح:10-12، ھود:3، اعراف: 96، المائدہ:66)

اللہ کی مقرر کردہ حدود کی پابندی اور احکامات الٰہیہ کی پر عمل پیرا ہونا سکون زندگی اور دنیاوی نعمتوں کے حصول کا ذریعہ ہوتے ہیں لیکن اس کے برعکس زندگی گزارنے پر معیشت میں تنگی اور طبیعت میں بے قراری زندگی میں گھٹن اور پریشانی گھیرے رکھتی ہے تو یہ استغفار کی وجہ سے باران رحمت کا نزول اور رزق میں کشائش کا سبب کیا ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب کوئی شخص اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے اور اس کی اطاعت و فرمانبرداری اپنانا چاہتا ہے تا کہ اللہ تعالیٰ ان کو دنیا و آخرت کی نعمتوں سے مالا مال کرے تو وہ توبہ واستغفار سے ہی اللہ کی طرف

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رجوع کا آغاز کرتا ہے اس سے معافی کی ابتداء کرتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان اعمال کو بہت ہی پسندیدہ قرار دیا ہے۔(اس موضوع پر پہلے بھی لکھا گیا ہے ملاحظہ ہو)

3- ان دونوں نبیوں علیہم السلام کی نرم خوئی: دوسرے انبیاء کی طرح ان دونوں نبیوں کی صفات میں نرم خوئی اور حلم و بردباری بھی عیاں طور پر ابھر کر سامنے آتی ہے چنانچہ جب قوم نے حضرت ھود علیہ السلام کو سفیہ و بے وقوف کہا تو آپ علیہ السلام نے بغیر کسی شدید ردعمل کے جواب دیا: اے میری قوم! مجھ میں ذرا بھی کم عقلی نہیں بلکہ میں تو پروردگار عالم کا بھیجا ہوا پیغمبر ہوں،(الاعراف:67)

پھر جب ھود علیہ السلام کو مجنوں کہا گیا تو جواب دیا:(میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں تم بھی گواہ رہو میں اللہ کے سوا ہر ایک سے بیزار ہوں جنہیں تم شریک بنا رہے ہو"۔(ھود:54)

یعنی ان تمام بتوں اور معبودوں سے بیزار ہوں اور تمہارا یہ عقیدہ کہ انہوں نے مجھے کچھ کر دیا ہے بالکل غلط ہے ان کے اندر یہ قدرت ہی نہیں کہ کسی مافوق الاسباب طریقے سے نفع یا نقصان پہنچا سکیں۔

اسی طرح حضرت صالح علیہ السلام نے بھی اپنی قوم کو نرم انداز میں جواب دیا: اے میری قوم! ذرا بتاؤ تو سہی کہ اگر میں اپنے رب کی طرف سے کسی مضبوط دلیل پر ہوں اور اس نے مجھے اپنے پاس سے رحمت عطا کی ہو اور پھر اگر میں نے اس کی نافرمانی کر لی تو کون ہے جو اس کے مقابلے میں میری مدد کرے! تم تو میرا نقصان ہی بڑھا رہے ہو۔(ھود:63)

تمام انبیاء علیہم السلام نے اپنی قوموں کو نرم انداز میں سمجھایا۔ برائی اور سختی کا اچھائی اور نرمی کے ساتھ جواب دیا۔ بداخلاقی کا حسن اخلاق کے ساتھ جواب دیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے اندر وسعت قلبی، صبر و تحمل اور ایثار و قربانی کی صفات بھرپور انداز میں پیدا فرمائی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ادفع بالتی ھی أحسن فاذا الذی بینك و بینه عداوة كأنه ولی حمیم،(حم السجدۃ:34)

(نیکی اور بدی برابر نہیں ہوتی) برائی کو بھلائی سے دور کرو پھر وہی جس کے اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمہارے درمیان دشمنی ہے ایسا ہو جائے گا جیسے دلی دوست۔

یہ ایک بہت ہی اہم اخلاقی ہدایت ہے کہ برائی کو اچھائی کے ساتھ ٹالا جائے یعنی برائی کا بدلہ احسان کے ساتھ، زیادتی کا بدلہ عفو کے ساتھ، غضب کا صبر کے ساتھ، بے ہودگیوں کا جواب چشم پوشی کے ساتھ اور مکروھات (ناپسندیدہ باتوں) کا جواب برداشت اور حلم کے ساتھ دیا جائے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تمہارا دشمن، دوست بن جائے گا دور دور رہنے والا قریب ہو جائے گا اور خون کا پیاسا، تمہارا گرویدہ اور جانثار ہو جائے گا۔

4- اعلان حق کے لئے جرأت وحمیت: انبیاء علیہم السلام نے انداز دعوت میں نرمی اور بردباری کا ثبوت تو دیا لیکن ضرورت کے وقت جرأت وشجاعت کا اظہار بھی فرمایا۔ دعوت دین میں کبھی معذرت خواہانہ انداز اختیار نہیں فرمایا۔ حق گوئی میں انہوں نے کبھی کمزوری نہیں دکھائی اور نہ کسی غلط عقیدے پر کسی بھی درجے میں تعاون یا اعتراف کا طرز عمل اپنایا۔ حضرت ھود علیہ السلام کے خلاف جب قوم نے مہم شروع کی تو انہوں نے ان کی غلط روی کے بارے میں اعلان کرتے ہوئے چیلنج کے انداز میں فرمایا: ''انی بری ءٌ مما تشرکون من دونہ فکیدونی جمیعا ثم لاتنظرون'' (ھود:54-55)

میں ان سے بری ہوں جن کو تم (اللہ کا) شریک بناتے رہے ہو۔ اچھا تم سب مل کر میرے خلاف چالیں چل لو اور مجھے بالکل مہلت بھی نہ دو۔

یعنی اگر تمہیں میری بات پر یقین نہیں ہے اور تم اپنے اس دعوے میں سچے ہو کہ یہ بہت کچھ کر سکتے ہیں تو لو! میں حاضر ہوں، تم اور تمہارے معبود سب مل کر میرے خلاف کچھ کر کے دکھاؤ، مزید اس بیان سے یہ بات عیاں ہو کر سامنے آجاتی ہے کہ نبی کا کلام کس قدر بصیرت پر مبنی ہوتا ہے اور یہ کہ اسے اپنے حق پر ہونے کا کس قدر کامل یقین ہوتا ہے۔

داعی (مبلغ) کے لئے ھود اور صالح علیہم السلام کی سیرت سے رہنمائی:

1- تمام انبیاء پر ایمان لانا ضروری ہے: قرآن مجید کے فرمودات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اللہ کو ماننے والے پر لازم ہے کہ وہ تمام انبیاء پر ایمان لائے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''تلك عاد جحدوا بایات ربھم و عصوا رسلہ'' (ھود:59)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ بھی قوم عاد، جنہوں نے اپنے رب کی آیتوں کا انکار کیا اور اس کے رسولوں کی نافرمانی کی۔ اللہ نے یہ بھی ارشاد فرمایا: کذبت عاد المرسلین (الشعراء:123) عاد نے رسولوں کو جھٹلایا: کذبت ثمود المرسلین (الشعراء:141) ثمود نے رسولوں کو جھٹلایا۔

یہ معروف ہے کہ عاد نے صرف ھود علیہ السلام کو جھٹلایا اور ثمود نے صرف حضرت صالح علیہ السلام کو جھٹلایا لیکن ایک رسول (یا نبی) کا جھٹلانا گویا کہ تمام انبیاء علیہم السلام کو جھٹلانے کے مترادف ہے۔ ایک نبی کی نافرمانی تمام انبیاء کی نافرمانی ہے۔ تمام انبیاء کی دعوت کی بنیاد ایک ہی ہے یہ داعی کو معلوم ہونا چاہیئے دین ازل سے ایک ہے اور وہ اسلام ہے۔

2- برائی پر خاموشی کی وجہ سے سارے لوگ عذاب الٰہی کے مستحق ٹھہرتے ہیں۔

جب حضرت صالح کی قوم کے بعض سرپھروں نے اونٹنی کی کوچیں کاٹ ڈالیں۔

یہ گناہ و نافرمانی اگرچہ بعض لوگوں نے کی لیکن باقی لوگوں نے چونکہ روکا نہیں تھا تو اللہ تعالیٰ نے ساری قوم پر عذاب نازل فرمایا۔ اسی طرح نو سردار تھے جنہوں نے زمین میں فساد پھیلایا تھا چونکہ دوسروں کی رضامندی شامل تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس عذاب میں سب کو مبتلا کیا مزید ملاحظہ ہو (الانفعال:25)

رسول اللہ ﷺ کا فرمانا ہے: جب مخصوص افراد کوئی گناہ کریں تو اللہ تعالیٰ عامتہ الناس کو عذاب میں مبتلا نہیں فرماتا مگر جب عامتہ الناس ان برائیوں کو روک سکنے کے باوجود نہ روکیں تب اللہ تعالیٰ خاص اور عام تمام لوگوں کو عذاب میں مبتلا فرما دیتا ہے۔ [۵]

لہٰذا ایک داعی کے لئے لازم ہے کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا سلسلہ جاری رکھے تاکہ عذاب الٰہی سے بچ سکے۔

3- بے حقیقت نام: حضرت ھود علیہ السلام نے جب تبلیغ کا آغاز کیا تو قوم کے افراد نے ان کو بے وقوف اور جھوٹا کہا۔ ان کا خیال تھا کہ کائنات کے لاکھوں شعبوں کے لئے ایک خدا کی کارسازی ممکن نہیں، اس لئے انہوں نے دنیا کے مختلف امور کے لئے الگ الگ معبود قرار دے رکھے تھے اور ان کے مختلف نام رکھے ہوئے تھے۔ حضرت ھود علیہ السلام نے ان عقائد کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رد کرتے ہوئے بارہا کہا: اے قوم کیا تم مجھ سے ان ناموں پر جھگڑتے ہو جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لئے ہیں جن کے لئے اللہ نے کوئی سند و دلیل نازل نہیں کی۔

موجودہ زمانے میں بھی بعض لوگ کسی انسان کو ''مشکل کشا'' کہتے ہیں حالانکہ مشکل کشائی کی کوئی طاقت اس کے پاس نہیں ہوتی۔

کسی کو ''گنج بخش'' کے نام سے یاد کرتے ہیں حالانکہ اس کے پاس کوئی ذاتی گنج نہیں کہ کسی کو بخشے۔ کسی کو ''داتا'' کا لفظ بولتے ہیں حالانکہ وہ کسی شے کا مالک ہی نہیں کہ داتا بن سکے۔ کسی کو ''غریب نواز'' کہا جاتا ہے حالانکہ وہ غریب اس اقتدار میں کوئی حصہ نہیں رکھتا کہ کسی ''غریب کو نواز سکے۔ کسی کو ''غوث'' (فریاد رس) کہا جاتا ہے حالانکہ وہ کوئی زور نہیں رکھتا کہ کسی کی فریاد کو پہنچ سکے۔ کسی کو ''بندہ نواز'' سمجھا جاتا ہے حالانکہ وہ خود بندہ ہے یعنی بندگی کے بندھنوں میں کسا ہوا، کسی کو ''دستگیر'' کہا جاتا ہے باوجودیکہ وہ خود دست نگر تھا کسی کی کیا دستگیری کرتا؟ درحقیقت یہ اور ایسے سب نام محض نام ہی نام ہیں جن کے پیچھے کوئی اقتدار، قدرت اور طاقت نہیں۔ جو ان کے لئے جھگڑا کرتا ہے وہ دراصل صرف ناموں کے لئے جھگڑتا ہے نہ کہ کسی حقیقت کے لئے۔ سیدنا ھود علیہ السلام نے اپنی قوم کو یہی حقیقت سمجھانی چاہی لیکن اتنی کھلی حقیقت ان کی سمجھ میں نہ آئی۔

یہ دنیا کا عجوبہ نہیں تو اور کیا ہے کہ مجبور اور بے بس انسانوں نے اپنے ہی وہم و گمان سے خدائی کا جتنا حصہ جس کو چاہا دے ڈالا اور اس کو اپنا مذہب و ایمان بھی بنا لیا۔ فسبحان اللہ عما یشرکون۔

4- ایام نحسات: قوم عاد پر ''ریح صرصر'' یا ''ریح عقیم'' کا عذاب نازل ہوا قرآن میں ارشاد ہے

''انا ارسلنا علیھم ریحاً صرصراً فی یوم نحسٍ مُستمِر (قمر:19)

تو ہم نے ان پر ایک سخت آندھی روانہ کر دی جو دائمی نحوست کے دن واقع ہوئی۔ یہ بھی ارشاد ہے: فارسلنا علیھم ریحا صرصراً فی ایام نحسات۔ (حم السجدہ:16)

ہم نے ان پر ایک تیز و تند آندھی منحوس دنوں میں بھیج دی۔

کہتے ہیں کہ یہ بدھ کی شام تھی۔ جب اس تند و تیز، شاں شاں کرتی ہوئی ہوا کا آغاز

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوا، پھر مسلسل، راتیں اور آٹھ دن چلتی رہی، یہ ہوا گھروں اور قلعوں میں بند انسانوں کو بھی وہاں سے اٹھاتی اور اس طرح زور سے انہیں زمین پر پٹختی کہ ان کے سر ان کے دھڑوں سے الگ ہو جاتے یہ دن ان کے لئے عذاب کے اعتبار سے منحوس ثابت ہوا۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ بدھ کے دن یا کسی اور دن میں نحوست ہے۔

دوسری آیت میں بھی ''ایام نحسات'' کا مطلب اگر نحوست والا دن لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ یہ ایام ان کے لئے منحوس ثابت ہوئے یہ نہیں کہ ایام ہی مطلقاً منحوس ہیں۔

مشہور یہ ہے کہ یہ عذاب بدھ کے دن آیا تھا اس لئے قدیم زمانے سے لوگوں میں یہ عقیدہ پھیل گیا کہ بدھ کا دن منحوس دن ہے اور اس پر ہر زمانے میں یہ عقیدہ قائم رہا کہ اس دن کوئی اچھا کام نہیں کرنا چاہیئے۔ بدھ کے دن سفر کرنا عموماً نامبارک ہے۔ کوئی بڑا لین دین اس دن نہ سونا چاہیئے۔ اس دن ناخن نہ کاٹنا چاہیئے، مریض کی عیادت نہ کرنا چاہیئے اور یہ کہ مرض جذام و برص اسی روز شروع ہوتے ہیں وغیرہ وغیرہ

ان توہمات کے پیچھے چند ضعیف (ناقابل اعتبار) احادیث نقل ہوتی چلی آرہی ہیں جس سے بدھ کے دن کی نحوست کا عقیدہ عوام الناس میں رائج ہو گیا۔

نحوست کی کوئی حقیقت نہیں، صحیح حدیث ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

لا عدوی و لا طیرہ و لا ھامۃ۔[۶]

نہ کوئی مرض متعدی ہے اور نہ کوئی بدشگونی ہے۔

اس ساری تفصیل سے قطع نظر بالفرض بدھ کے دن کو منحوس ہی قرار دیا جائے تو سارے ہفتے کے دن بھی منحوس قرار پائیں گے کیونکہ ایک آیت (مذکورہ) میں ایام نحسات یعنی یہ عذاب والی سات راتیں اور آٹھ دن تھے تو گویا سارا ہفتہ منحوس قرار پایا بلکہ ایک دن اس پر مزید اضافہ کے ساتھ، پھر آخر کونسا دن غیر منحوس ہوگا؟

اس لئے مراد قرآنی ہرگز ہرگز یہ نہیں ہے کہ وہ دن اصلاً منحوس تھے حقیقت یہ ہے کہ یہ آٹھ دن منحوس جو قوم عاد پر مسلط رہے اس قوم کے لئے بوجہ عذاب منحوس تھے نہ کہ اپنی ذات میں منحوس تھے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لہٰذا داعی (مبلغ) کو چاہیئے کہ لوگوں کو اس قسم کے غلط خیالات سے آگاہ کریں اور تنبیہ کریں کہ تمام ایام واوقات کا اللہ ہی مالک ہے کوئی دن کوئی گھڑی اپنی ذات میں منحوس نہیں ہے۔

5- مردوں سے خطاب: اختتام عذاب پر حضرت صالح علیہ السلام اپنے شہر واپس لوٹے تباہ شدہ کھنڈرات پر کھڑے ہوکر اور مردہ نعشوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''اے قوم! بلاشبہ میں نے اپنے رب کا پیغام تم تک پہنچا دیا اور تم کو نصیحت بھی کی لیکن تم تو نصیحت کرنے والوں کو پسند ہی نہیں کرتے تھے'' (الاعراف: 79)

حضرت صالح علیہ السلام کا یہ خطاب اسی طرز کا تھا جس طرح بدر میں مشرکین مکہ میں سرداروں کی ہلاکت کے بعد مردہ نعشوں کے گڑھے پر کھڑے ہوکر نبی پاک ﷺ نے خطاب فرمایا تھا: اے فلاں بن فلاں، کیا تم کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت پسند آئی؟ بلاشبہ ہم نے وہ سب کچھ پالیا جو ہمارے رب نے ہم سے وعدہ کیا تھا کیا تم نے بھی وہ پالیا جو تمہارے رب نے تم سے وعدہ کیا تھا۔[۷]

اس قسم کا خطاب انبیاء علیہم السلام کی خصوصیات میں شمار کیا گیا ہے۔ یہ کوئی عام حالت نہیں ہوتی کہ ہر شخص مردوں سے اس طرح خطاب کر سکے۔

اللہ تعالیٰ نے انبیاء کا خطاب مردوں کو (اگر اللہ چاہے) سنوا دیتا ہے اگرچہ وہ جواب دینے سے قاصر ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب نبی پاک ﷺ نے مقام بدر میں مشرکین کی لاشوں کو اس طرح خطاب فرما چکے تو عمرؓ نے تعجب سے پوچھا: یارسول اللہ! کیا یہ سن رہے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ ہاں تم سے زیادہ مگر جواب دینے سے عاجز ہیں۔ قرآن مجید میں فرمان الٰہی ہے: ان اللہ یسمع من یشاء وما انت بمسمع من فی القبور ان انت الانزیر (الفاطر: 22-23)

اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے سنا دیتا ہے اور آپ ﷺ ان لوگوں کو نہیں سنا سکتے جو قبروں میں ہیں مقصد یہ ہوا کہ مردے عموماً نہیں سن سکتے جب اللہ چاہے تو ممکن ہے۔ اللہ چاہے تو پتھروں کو قوت سماعت بخشے اور اہل سماعت کو بہرہ کر دے، جمادات کو متحرک کر دے اور حیوان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو بے حس کر دے۔

لہٰذا اس قسم کے بنیادی عقائد کی طرف لوگوں کی رہنمائی کرنا داعی (مبلغ) کا فریضہ ہے۔

حوالہ جات

[۱] تفسیر ابن کثیر، 423/1 الطبع الشعب

[۲] تفسیر ابن کثیر، 460/1 العرفان الکویت

[۳] جمع علی الخولی، تاریخ الدعوۃ، 115/1

[۴] البخاری مع فتح الباری، کتاب بدء الخلق، 287/6

[۵] مؤطا مع تنویر الحوالک، 154/3

[۶] صحیح مسلم، کتاب السلام، باب لا عدوی ولا طیرۃ ولا ھامۃ، 214-213/14

[۷] صحیح مسلم، کتاب الجنۃ، باب عرض مقعد المیت من الجنۃ والنار، 206/17

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت ابراہیم علیہ السلام

دعوت الی اللہ کے سلسلے میں نوح علیہ السلام کے بعد جس شخصیت کو نمایاں مقام حاصل ہے وہ ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ قرآن مجید کی 25 سورتوں میں ابراہیم علیہ السلام کا ذکر کسی نہ کسی صورت میں آیا ہے۔ ان کی شخصیت کو یہ فضیلت حاصل ہے کہ انہیں بطور نمونہ (اسوہ حسنہ) پیش کیا گیا ہے:

اللہ کا فرمان ہے: قد کانت لکم اسوۃ حسنۃ فی ابراھیم و الذین معہ اذ قالوا لقومھم انا برآء منکم و مما تعبدون من دون اللہ" (الممتحنہ:4)

تمہارے لیے ابراہیم اور ان کے ساتھیوں میں ایک اچھا نمونہ ہے کہ انہوں نے اپنی قوم سے (صاف) کہ دیا: ہم تم سے اور تمہارے معبودوں سے جن کو تم اللہ کو چھوڑ کر پوجتے ہو قطعی بیزار ہیں۔

ابراہیم علیہ السلام کی شخصیت اس اعتبار سے بھی اہم ہے کہ ان کی دعوت میں وہ تمام عناصر آ گئے ہیں جو آنے والے کے لئے رہنمائی کا کام دیں گے۔ ابراہیم علیہ السلام کی شخصیت اور ان کی زندگی مسلسل جہاد و قربانی سے تعبیر ہے۔ آپ علیہ السلام پوری امت کے امام تھے۔ آپ ابوالانبیاء بھی تھے اور اولوالعزم رسول بھی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''ہم نے نبوت اور کتاب ان کی اولاد میں ہی کر دی'' (العنکبوت:27)

یعنی حضرت اسحاق علیہ السلام سے یعقوب علیہ السلام ہوئے، جن سے بنی اسرائیل کی نسل چلی اور انہی میں سارے انبیاء ہوئے اور کتابیں آئیں۔ آخر میں حضرت محمد ﷺ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دوسرے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کی نسل سے نبی ہوئے اور آپ ﷺ پر قرآن نازل ہوا۔

ابراہیم علیہ السلام کو منصب امامت پر فائز کرنے کیلئے ابتلاء و امتحان:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: و اذا ابتلی ابراھیم ربہ بکلمات فاتمھن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(البقرۃ:124)

جب ابراہیم علیہ السلام کو ان کے رب نے کئی باتوں سے آزمایا تو انہوں نے سب کو پورا کر دیا۔ یہاں کلمات سے مراد احکام شریعت، مناسک حج، ذبح پسر، ہجرت، نار نمرود وغیرہ تمام آزمائشیں ہیں جن سے حضرت ابراہیم علیہ السلام گزارے گئے اور ہر آزمائش میں کامیاب و کامران رہے، جس کے صلے میں امام الناس کے منصب پر فائز کئے گئے۔ چنانچہ مسلمان ہی نہیں، یہودی، عیسائی، حتی کہ مشرکین عرب میں بھی ان کی شخصیت محترم اور پیشوا مانی اور سمجھی جاتی ہے۔

اس موضوع سے یہ بھی مسئلہ واضح ہوا کہ دعوت دین کے سلسلے میں کام کرنے والے لوگوں اور جماعتوں (تنظیموں) کو چاہیے کہ دعوت سے پہلے ان کی تیاری، مبلغین کی تربیت کا اہتمام کیا جائے۔ مبلغ کے لئے جس علاقے میں جائے وہاں کی مناسبت سے زبان دانی اور ماحول سے آگاہی بھی ضروری ہے۔ نبی پاک ﷺ بھی مبلغین کی پہلے تربیت فرماتے تھے اور مکمل ہدایات دے کر ان کو دعوت دین کے لئے مامور فرماتے۔

ابراہیم علیہ السلام کی دعوت کے مختلف مراحل:

1- باپ کو دعوت توحید: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دیکھا کہ پورا ماحول اور پوری قوم بت پرستی و ستارہ پرستی میں منہمک ہیں تو کمر ہمت باندھ کر دعوت کام شروع کیا۔

سب سے پہلے اپنے گھر سے دعوت کا کام شروع کیا آپ کا باپ آزر بت پرست ہی نہ تھا بلکہ بت ساز بھی تھا اس لئے ابراہیم علیہ السلام نے اپنے گھر سے ہی دعوت کی ابتداء کی۔

قرآن میں اللہ کا فرمان ہے:

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ سے کہا: کہ ابا جان! آپ ان کی پوجا پاٹ کیوں کر رہے ہیں جو نہ سنیں نہ دیکھیں؟ اور نہ آپ کو کچھ فائدہ پہنچا سکیں۔

میرے مہربان باپ! آپ دیکھئے میرے پاس وہ علم آیا ہے جو آپ کے پاس آیا ہی نہیں، تو آپ میری ہی مانیں میں سیدھی راہ کی طرف آپ کی رہبری کروں گا۔ ابا جان آپ شیطان کی پرستش سے باز آجائیں شیطان تو رحم و کرم والے اللہ تعالیٰ کا بڑا ہی نافرمان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے"۔(مریم:42-44)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس مخلصانہ پند ونصیحت کا باپ پر کوئی اثر نہ ہوا۔ قبول حق کے بجائے آزر نے ابراہیم علیہ السلام کو دھمکانا شروع کر دیا۔ کہنے لگا: ابراہیم علیہ السلام اگر تو بتوں کی برائی سے باز نہ آیا تو میں تجھے سنگسار کردوں گا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے باپ کی سختی کا جواب سختی سے نہیں دیا۔ بلکہ نرمی حکمت اور اخلاق کریمانہ کے ساتھ یہ جواب دیا:

"کہا اچھا تم پر سلام ہو؟ میں تو اپنے پروردگار سے تمہاری بخشش کی دعا کرتا رہوں گا، وہ مجھ پر حد درجہ مہربان ہے"(مریم:47)

یہاں سلام سے مراد سلام تحیہ نہیں بلکہ ترک مخاطبت کا اظہار ہے جیسے کہ سورہ فرقان میں بھی مذکور ہے۔(الفرقان:63)

2- دوسرا مرحلہ: باپ کے بعد ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کو توحید کی دعوت دی۔ انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرتے رہو۔ اگر تم میں دانائی ہے تو یہی تمہارے لئے بہتر ہے۔ تم اللہ تعالیٰ کے سوا بتوں کی پوجا پاٹ کر رہے ہو اور جھوٹی باتیں دل سے گھڑ لیتے ہو، سنو! جن جن کی تم اللہ کے سوا پوجا پاٹ کر رہے ہو وہ تمہاری روزی کے مالک نہیں۔ پس تمہیں چاہیے کہ تم اللہ تعالیٰ سے روزیاں طلب کرو اور اسی کی عبادت کرو اور اسی کی شکر گزاری کرو، اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے، اگر تم جھٹلاؤ گے تو تم سے پہلے کی امتوں نے بھی جھٹلایا ہے۔ رسول کے ذمے تو صرف صاف طور پر پہنچا دینا ہی ہے۔

(العنکبوت: 16-18)۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نرمی اور حکمت عملی کے ساتھ قوم کو دعوت دی لیکن ان لوگوں کے دلوں میں کجی تھی، حق کو قبول کرنے کی صلاحیت نہ تھی، دلوں پر مہر لگی ہوئی تھی لہٰذا علی الاعلان (صراحۃ) انکار کر دیا اس پر حضرات ابراہیم علیہ السلام نے کہا: "اللہ کی قسم میں تمہارے ان معبودوں کے ساتھ جب علیحدہ پیٹھ پھیر کر چل دو گے ایک چال چلوں گا"

(الانبیاء:57)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر جب ساری قوم، بادشاہ، کاہن اور مذہبی پیشوا، میلے میں مصروف تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کے مرکزی بت خانے میں داخل ہوئے۔ وہاں دیوتاؤں کے سامنے قسم قسم کے حلوؤں، پھلوں، میووں اور مٹھائیوں کے چڑھاوے رکھے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے طنزیہ لہجہ میں چپکے چپکے ان مورتیوں سے خطاب کر کے کہا: یہ سب کچھ موجود ہے ان کو کھاتے کیوں نہیں؟ میں بات کر رہا ہوں جواب کیوں نہیں دیتے؟ اس کے بعد ان سب کو توڑ پھوڑ ڈالا اور سب سے بڑے بت کے کاندھے پر تبر (کلہاڑا) رکھ کر واپس لوٹ گئے۔ جب وہ واپس آئے اور اپنے بتوں کا یہ حشر دیکھا تو ابراہیم علیہ السلام سے پوچھا:

کیوں؟ ابراہیم تو نے ہمارے دیوتاؤں کے ساتھ یہ سب کچھ کیا ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نہایت متانت سے جواب دیا: بلکہ یہ سب ان کے بڑے سردار نے کیا ہے انہی سے پوچھ لو اگر یہ بولتے ہوں: (انبیاء:63)

بعض لوگوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جواب ''بل فعلہ کبیرھم'' کو کذب یا خوف پر محمول کیا ہے۔ وہ عربی سے بے خبری کے باعث اس ارشاد کی بلاغت کو نہ سمجھ سکے۔ خوف کا سوال اس لئے نہیں پیدا ہوتا کہ جب وہ اس طرح بے دھڑک قوم کے بت خانے کے اندر توحید کی اذان دیتے ہیں بتوں کے خلاف ایک مخفی اقدام کا اعلان کرتے ہیں اور پھر عین عدالت کے منہ پر ساری قوم کے سامنے ''اف لکم ولما تعبدون'' کے الفاظ سے بتوں پر بھی اور ان کے پوجنے والوں پر لعنت کرتے ہیں تو ایسے مرد حق کے بارے میں یہ گمان بالکل ہی خلاف عقل ہے کہ وہ کسی خطرے سے مرعوب ہو کر سخن سازی کرے گا۔ رہا اس کے جھوٹ ہونے کا معاملہ تو قطع نظر اس سے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جھوٹ بول سکتے ہیں یا نہیں۔ کہی ہوئی بات میں کوئی پہلو ایسا نہیں ہے کہ اس کے جھوٹ پر محمول کیا جا سکے۔ اس کو کہہ سکتے ہیں تو ایک لطیف طنز، ایک پر معنی استہزاء اور ایک حکیمانہ استدراج کہہ سکتے ہیں۔ جھوٹ کا تو اس میں کوئی ادنی شائبہ بھی نہیں ہے۔[۱]

بادشاہ کے سامنے اظہار حق: ابراہیم علیہ السلام کے عملی اقدام اور توحید الٰہی پر کھلے ہوئے دلائل سے قوم عاجز آ گئی تو معاملہ صاحب اقتدار تک پہنچا۔ تالمود کے مطابق ابراہیم علیہ السلام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا باپ چونکہ ریاست کا ایک اہم افسر تھا اس لئے یہ معاملہ خود بادشاہ تک پہنچایا۔ بلاشبہ اس کی اولین وجہ تو ابراہیم کے والد اور ان کی قوم کی پریشانی تھی کہ وہ ابراہیم کو نہ تو دلائل سے قائل کر سکے تھے اور نہ کسی دھمکی سے انہیں مرعوب کر سکے اس لئے معاملہ بادشاہ کے سامنے پیش کیا گیا۔ لیکن اس کی دوسری وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ابراہیم کے والد کو اپنی نوکری اور مفادات خطرے میں نظر آئے ابراہیم علیہ السلام نے بادشاہ کے سامنے بھی اللہ تعالیٰ کی توحید اور غیر اللہ کی بے بسی کو اس طرح واضح کیا کہ بادشاہ لاجواب ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

جب ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ میرا رب وہ ہے جو جلاتا ہے اور مارتا ہے تو اس نے کہا میں بھی جلاتا ہوں اور مارتا ہوں تو ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ اچھا میرا رب سورج مشرق سے نکالتا ہے تو ذرا مغرب سے نکال۔ یہ سن کر وہ منکر حق ششدر رہ گیا مگر اللہ تعالیٰ ظالموں کو راہ راست نہیں دکھاتا۔ (البقرہ: 258)

آگ میں ڈالنا: تالمود میں ہے کہ اس مناظرے کے بعد بادشاہ کے حکم سے آپ کو قید کر دیا گیا تھا۔ دس روز جیل میں رہے پھر بادشاہ کی کونسل نے ان کو زندہ جلانے کا فیصلہ کیا۔ قرآن مجید میں یوں ذکر آیا ہے:

"قالوا حرقوه و انصروا آلهتكم ان كنتم فعلين" (الانبیاء:68)

انہوں نے کہا: جلا دو اس کو اور حمایت کرو اپنے خداؤں کی اگر تمہیں کچھ کرنا ہے۔

"قالوا ابنوا له بنياناً فالقوه فى الجحيم" (الصفت:97)

انہوں نے کہا کہ اس کے لئے ایک آلاؤ تیار کرو اور اسے دھکتی ہوئی آگ کے ڈھیر میں پھینک دو۔

آگ کا ٹھنڈا ہونا: اقتدار کے پاس اندھی بہری قوت کا استعمال اولین اور آخری حربہ ہوتا ہے۔ ابراہیم علیہ السلام کو ڈرایا دھمکایا لیکن وہ بے خوف توحید الٰہی کی برتری ثابت کرتے رہے۔ بالآخر انہیں زندہ جلانے کا فیصلہ کیا گیا چونکہ ابراہیم محض اللہ کی رضا کے لئے سب کچھ کر رہے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے حفاظت کا انتظام بھی کیا آگ میں جلانے کی تاثیر ختم ہو گئی۔ ابراہیم علیہ السلام معجزانہ طور پر بچ گئے۔ قرآن کے مطابق ان کی تدبیر ناکام ہو گئی۔ قرآنی اعجاز

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے اس معجزے کو اپنے انداز میں بیان کیا ہے۔ مثلاً سورہ عنکبوت میں فرمایا:

فانجه الله من النار ان فی ذلك لآیات لقوم یؤمنون (العنکبوت:24)

آخر کار اللہ نے انہیں آگ سے بچالیا۔ اس میں ایمان والوں کے لئے تو بہت سی نشانیاں ہیں۔

سورہ صافات میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: انہوں نے اس کے خلاف ایک کارروائی کرنی چاہی تھی مگر ہم نے انہی کو نیچا دکھایا'' (الصافات:98)

سورہ انبیاء میں واضح الفاظ میں آگ کے سرد ہونے کا ذکر ہے۔

قلنا یانار کونی بردا و سلاما علی ابراهیم o وارادو ابه کیدا فجعلنهم الاخسرین (الانبیاء: 69-70)

ہم نے کہا کہ آگ تو ٹھنڈی پڑ جا اور ابراہیم علیہ السلام کے لئے سلامتی اور آرام کی چیز بن جا۔ انہوں نے ابراہیم علیہ السلام کا برا چاہا، لیکن ہم نے انہیں ناکام بنا دیا۔

یہاں پر اللہ تعالیٰ نے آگ کو حکم دیا کہ بردو سلام بن جا۔ علماء کہتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ، ٹھنڈی کے ساتھ ''سلامتی'' نہ فرماتا تو اس کی ٹھنڈک ابراہیم علیہ السلام کے لئے ناقابل برداشت ہوتی۔ بہر حال یہ ایک بہت بڑا معجزہ ہے جو آسمان سے باتیں کرتی ہوئی دہکتی آگ کے گل وگلزار بن جانے کی صورت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے اللہ کی مشیت سے ظاہر ہوا۔ اس طرح اللہ نے اپنے بندے کو دشمنوں کی سازش سے بچالیا۔[۲]

دعوتی نقطہ نظر سے اس سے یہ سبق حاصل ہوتا ہے کہ داعی اگر اخلاص کے ساتھ کام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی مدد اسے ضرور حاصل ہوتی ہے اور وہ اپنے مشن میں کامیاب ہوتا ہے جب کہ اس کی قوم ناکام ونامراد ہوتی ہے۔

پہلی دعاء ابراہیمی کی وضاحت: سورۃ الشعراء میں بیشتر انبیاء کرام کی دعوت وہدایت کا ذکر آیا ہے اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بھی تذکرہ ہے۔ ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کو توحید کی تلقین اور شرک وکفر سے بیزاری ونفرت کی ترغیب دیتے ہوئے یک بیک اللہ واحد کی جانب دست بدعاء ہو جاتے ہیں عرض کرتے ہیں:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''ولا تخزنی یوم یبعثون ،(الشعراء:87)اور جس دن کہ لوگ دوبارہ جلائے جائیں مجھے رسوا نہ کر۔

یعنی تمام مخلوقات کے سامنے میرا مواخذہ کر کے یا عذاب سے دوچار کر کے مجھے ذلیل نہ کرنا۔ حدیث میں ہے کہ قیامت والے دن جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے والد کو برے حال میں دیکھیں گے تو اللہ کی بارگاہ میں درخواست کریں گے اور فرمائیں گے یا اللہ! اس سے زیادہ میرے لئے رسوائی اور کیا ہوگی؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں نے جنت کافروں پر حرام کر دی ہے۔ پھر ان کے باپ کو نجاست میں لتھڑے ہوئے بجو کی شکل میں جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔[۳]

ابراہیم علیہ السلام نے ابتدائی دور میں باپ کی مغفرت کے لئے درخواست کی تھی لیکن جب یہ بات واضح ہوگئی کہ باپ اللہ کا دشمن ہے تو دعا سے دست بردار ہو گئے۔ (دیکھئے التوبہ:114)

حدیث میں ہے ینصب لکل غادر لواء یقال ھذہ غدرۃ فلان بن فلان۔ رسوائی پر رسوائی ہوگی اور قیامت کے روز بھی مغفرت طلب نہیں کریں گے اس لئے مذکورہ حدیث میں اس کا تذکرہ نہیں ہے صرف رسوائی کی بات آئی ہے۔

دوسری دعاء ابراہیمی کی وضاحت: ایک مختصر دعاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ بھی ہے: واجعل لی لسان صدق فی الآخرین۔ میرا ذکر خیر پچھلے لوگوں میں بھی باقی رکھ۔ (الشعراء:84)

یعنی جو لوگ قیامت تک میرے بعد آئیں گے وہ میرا ذکر اچھے لفظوں میں کرتے رہیں، اس سے معلوم ہوا کہ نیکیوں کی جزاء اللہ تعالیٰ دنیا میں ذکر جمیل اور ثنائے حسن کی صورت میں عطا فرماتا ہے جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر خیر ہر مذہب کے لوگ کرتے ہیں۔ کسی کو بھی ان کی عظمت و تکریم سے انکار نہیں ہے۔

یہ محض شہرت دنیوی و ناموری کی دعا نہیں ہے بلکہ سچی و حقیقی ناموری کی دعاء ہے۔ کسی شخص کو سچی ناموری و عزت کا حاصل ہونا اپنے اندر دو فائدے رکھتا ہے۔ اول یہ کہ اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے نیک کارناموں سے آنے والی نسلوں کو نیک مثال ملتی ہے۔ دوم یہ کہ آدمی کی چھوڑی ہوئی نیک مثال سے قیامت تک جتنے لوگوں کو ہدایت نصیب ہوگی ان سب کے ساتھ اس شخص کو بھی ثواب ملے گا جس نے نیک مثال چھوڑی۔ اللہ تعالیٰ ان کی دعاء کو شرف قبولیت بخشا اور آخری دین یعنی اسلام کو ''ملت ابراہیم'' قرار دیا اور ابراہیم علیہ السلام کو ''ابوالانبیاء'' کا لقب عطا کیا اور ''حج'' جو کہ سنت ابراہیمی ہے اسلام کے بنیادی ارکان میں شامل فرمادیا۔

تیسری دعاء ابراہیمی کی وضاحت: ربنا لا تجعلنا فتنة للذين كفروا (الممتحنہ:5)

اے اللہ ہمیں کافر لوگوں کا فتنہ (تختۂ مشق) نہ بنانا۔

یعنی کافروں کو ہم پر غلبہ وتسلط عطا نہ فرمانا، اس طرح وہ سمجھیں گے کہ وہ حق پر ہیں اور ہم ان کے لئے فتنے کا باعث بن جائیں گے۔ یا یہ مطلب ہے کہ ان کے ہاتھوں یا اپنی طرف سے ہمیں کسی سزا سے دوچار نہ کرنا۔ اس طرح بھی ہمارا وجود ان کے لئے فتنہ بن جائے گا اور وہ کہیں گے کہ اگر یہ حق پر ہوتے تو ان کو تکلیف کیوں پہنچتی؟

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعاء کا یہ پہلو ہمارے لیے صد ہزار سامان عبرت و بصیرت رکھتا ہے۔ غیر اسلامی حکومت ومعاشرے نے ہم کو اس قدر حقیر وذلیل بنادیا ہے کہ ہم نے (اپنے عمل کے علاوہ) سوچنے سمجھنے کے زاویے تک بدل دیئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے مقدس رسول ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کے سامنے عجز وانکساری کے ساتھ اس ناپاک زندگی سے محفوظ رہنے کے لئے دست قلب دراز کیا ہے تاکہ ہم پر وہ وقت کبھی نہ آئے کہ کفر وشرک کی طاقت وحکومت توحید کے ماننے والوں کو اس آزمائش میں مبتلا کر دے کہ وہ حق وباطل کا امتیاز بھی ہم کھو بیٹھیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سیرت سے دروس:

1- اللہ تعالیٰ کی ارشادات واحکامات کی مکمل وپیروی: حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعلیم و سیرت سے ہمیں احکامات باری تعالیٰ کی غیر مشروط پانے کا سبق ملتا ہے ہماری تربیت ہی ایسی ہو کہ دل ان احکامات کو بخوشی قبول کرے اور ہمیں کبھی بھی ان احکامات پر چلنے اور انہیں نافذ کرنے میں تنگی ومشقت محسوس نہ ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تیرے پروردگار کی قسم یہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ تمام آپس کے اختلاف میں آپ ﷺ کو حاکم نہ مان لیں، پھر جو فیصلے آپ ان میں کر دیں ان سے اپنے دل میں کسی طرح تنگی اور ناخوشی نہ پائیں اور فرمانبرداری کے ساتھ قبول کر لیں۔ (انساء:65)

ابراہیم علیہ السلام کی سیرت میں یہ صفات اتم واکمل صورت میں پائی جاتی ہے۔

2- دنیا کی تمام چیزوں کی محبت پر اللہ کی محبت کو غالب کرنا: ابراہیم علیہ السلام کی سیرت میں یہ پہلو بھی واضح ہے جیسے کہ بیٹے کی قربانی وغیرہ۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے لڑکے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے کنبے و قبیلے اور تمہارے کمائے ہوئے مال اور وہ تجارت جس کی کمی سے تم ڈرتے ہو اور حویلیاں جنہیں تم پسند کرتے ہو اگر یہ تمہیں اللہ سے اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ کے جہاد سے بھی زیادہ عزیز ہیں، تو تم انتظار کرو کہ اللہ تعالیٰ اپنا عذاب لے آئے اللہ تعالیٰ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ (التوبہ: 24)

3- بیت اللہ کی تعمیر کا حکم دیا: اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیت اللہ کی تعمیر کا حکم دیا جہاں سے دین کی دعوت کا کام شروع ہوتا ہے اسی طرح مسلمانوں کو تعمیر مساجد کی ترغیب بھی دی گئی، اللہ کے نبی نے فرمایا: جس نے اللہ کی رضا کے لئے مسجد تعمیر کی اللہ تعالیٰ اس کے لئے (اسی طرح) جنت میں گھر تعمیر کرتا ہے۔ [۴]

4- اللہ پر توکل واعتماد: اللہ پر توکل واعتماد اسی پر یقین وایمان سیرت ابراہیمی کا اہم پہلو ہے۔ بلکہ تمام انبیاء کی سیرت کا حصہ ہے۔ حدیث قدسی ہے:

''اگر پوری امت جمع ہو کر تمہیں فائدہ پہنچانا چاہے تو نہیں پہنچا سکتی مگر وہ جو اللہ نے لکھ دیا ہے، اور پوری امت جمع ہو کر تمہیں ضرر (نقصان) پہنچانا چاہے تو نہیں پہنچا سکتی مگر وہ جو اللہ نے لکھ دیا ہے۔ [۵]

5- داعی کے لئے مختلف اسالیب دعوت کا اختیار کرنا ضروری ہے: حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سیرت میں ہمارے لئے بہترین نمونہ ہے۔ انہوں نے مخاطبین کے سامنے نرم اور موثر انداز اختیار فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمانا ہے ''پھر ہم نے آپ کی جانب وحی بھیجی کہ آپ ملت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابراہیم حنیف کی پیروی کریں جو مشرکوں میں سے نہ تھے" (النحل:123)

ملت کے معنی ہیں، ایسا دین جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے کسی نبی کے ذریعے لوگوں کے لئے شروع اور ضروری قرار دیا ہے۔ نبی ﷺ باوجود اس بات کے کہ آپ ﷺ تمام انبیاء علیہم السلام سمیت اولاد آدم کے سردار ہیں۔ آپ کو ملت ابراہیمی کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے۔ جس سے حضرت ابراہیم کی امتیازی اور خصوصی فضیلت ثابت ہوتی ہے ویسے اصول میں تمام انبیاء علیہم السلام کی شریعت اور ملت ایک ہی رہی ہے جس میں رسالت کے ساتھ توحید و معاد کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔

6- دعوت میں رشتہ داری کا لحاظ: دعوت و ارشاد کے سلسلے میں والدین اور رشتہ داروں کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ اگرچہ والدین ایمان قبول نہ کریں تب بھی انداز دروبیہ نرم ہونا چاہیئے۔ ان کے ساتھ سختی و بدسلوکی نہ کی جائے بلکہ نرم انداز اختیار کرنے کی تلقین کی گئی ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، "اگر وہ دونوں (ماں باپ) تجھ پر اس بات کا دباؤ ڈالیں کہ تو میرے ساتھ شریک کرے جس کا تجھے علم نہ ہو تو ان کا کہنا نہ ماننا، ہاں دنیا میں ان کے ساتھ اچھی طرح بسر کرنا اور اس کی راہ چلنا جو میری طرف جھکا ہوا ہو۔ (لقمان:15)

اللہ کا فرمان یہ ہے کہ اگر تم میرے راستے کی پیروی کرو گے اور مجھے یاد رکھتے ہوئے زندگی گزارو گے تو امید ہے کہ قیامت والے روز میری عدالت میں سرخ رو ہو گے بصورت دیگر میرے عذاب میں گرفتار ہو گئے۔ سلسلہ کلام حضرت لقمان کی وصیتوں سے متعلق تھا۔ اب اگر پھر وصیتیں بیان کی جا رہی ہیں جو لقمان نے اپنے بیٹے کو کی تھیں درمیان کی دو آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے جملہ معترضہ کے طور پر ماں باپ کے ساتھ احسان کی تاکید فرمائی۔ ایک وجہ تو یہ بیان کی گئی ہے کہ لقمان نے یہ وصیت اپنے بیٹے کو نہیں کی تھی کیونکہ اس میں ان کا اپنا ذاتی مفاد بھی تھا دوسری یہ کہ واضح ہو جائے کہ اللہ کی توحید و عبادت کے بعد والدین کی خدمت و اطاعت ضروری ہے تیسری یہ کہ شرک اتنا بڑا گناہ ہے کہ اگر اس کا حکم والدین بھی دیں، تو ان کی بات نہیں ماننی چاہیے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی جب اپنے باپ سے خطاب کیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھا (کسقدر نرمی اور مودب انداز تھا۔ انکار توحید کے باوجود لہجہ میں نرمی تھی۔ ان باتوں میں ہمارے لئے بہترین نمونہ ہے۔

عموماً اسلام نے بڑوں کی عزت واحترام کا حکم دیا ہے جس سے احادیث کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔

حوالہ جات

[۱] تدبر قرآن،

[۲] القرطبی: الجامع الاحکام القرآن، 304/11

[۳] صحیح البخاری مع فتح الباری، باب 1 ,8/499 - 500

[۴] صحیح البخاری مع فتح الباری کتاب العلوی، باب من بنی مسجدا، 378/1

[۵] مسند احمد، 293/1، الترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ، باب 59، 667/4

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت یوسف علیہ السلام

حضرت یوسف علیہ السلام حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے۔ حضرت اسحاق علیہ السلام کے پوتے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پر پوتے ہیں۔

یہ وہی حضرت یوسف علیہ السلام ہیں جن کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا الکریم بن الکریم بن الکریم بن الکریم (ایک برگزیدہ، برگزیدہ کے صاحبزادے، برگزیدہ کے پوتے، برگزیدہ کے پر پوتے)[۱]

نسب دیکھئے تو سب سے اعلیٰ، خاندانی شرافت میں سب سے بلند، نبوت کی میراث دیکھئے تو کئی پشتوں سے اس کے حامل، اللہ جل شانہ کی معرفت دیکھئے تو یہ بھی خاندانی ورثہ، سیرت اور اخلاق دیکھئے تو پشتھا پشت سے ان کے خاندان میں یہ دولت منتقل ہوتی آ رہی ہے۔ آسمانی صحیفوں میں ان کا ذکر ہے۔ دین و دانش، ادب و حکمت کی کتابوں میں ان کا قصہ موجود ہے۔ جمال ظاہری میں بے مثال تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حسن صورت اور حسن سیرت سے نوازا اور جمال عقل و فکر سے مزین کیا۔ اس کے ساتھ طبیعت میں گداز احساس و جذبات میں لطافت اور فطری شرافت کا عنصر مستزاد تھا۔ وہ صحیح معنی میں حسن کامل کا پرتو تھے یہ حسن ان کی ظاہری وجاہت کی طرح ان کی عادات واطوار طرز کلام اور طرز فکر سے بھی آشکارا تھا۔

قرآن مجید میں ایک مستقل سورت حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق ہے۔ اس کے علاوہ دو جگہوں پر ان کا تذکرہ آیا ہے۔ سورہ انعام: آیت 8 اور سورہ مومن آیت 34 ہیں۔

احسن القصص: قرآن حکیم نے حضرت یوسف علیہ السلام کے تذکرے کو احسن القصص (نہایت عمدہ قصہ) کے الفاظ سے تعبیر کیا ہے۔ پورا قصہ ایک ہی سورت میں ہونے کی وجہ سے جس قدر عبرتیں، حکمتیں اور مواعظ و نصائح اس سورت میں یکجا ملتے ہیں کسی اور قصہ میں یکجا جمع نہیں ہے۔

قصص اور واقعات کے بیان کرنے میں صرف ایک مقصد ہوتا ہے وہ ہے عبرت و نصیحت اور وعظ و تذکیر سورہ یوسف اس حیثیت سے پوری پوری وعظ و تذکیر ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سورۃ یوسف: اس سورت کے اندر حضرت یوسف کی زندگی کے حالات، بھائیوں کی طرف سے آزمائش، عزیز مصر کی بیوی کے ساتھ آزمائش، جیل میں داخلہ، اس کے اندر دعوت دین کا کام، پھر جیل سے بری ہونا، اس کے بعد مصر کے وزیر خزانہ بنایا جانا اور بھائیوں سے ملاقات، پھر والدین کی طرف رجوع اور مصر میں مستقل سکونت وغیرہ کا مفصل تذکرہ موجود ہے۔

اس سورت کے نزول کے وقت نبی پاک علیہ السلام بھی سخت آزمائش وامتحان میں مبتلا تھے۔ ابن اسحاق کے مطابق یہ وہ سال تھا جس سال حضرت خدیجہؓ اور ابو طالب دونوں رحلت کر گئے تھے۔ اور اسے ''عام الحزن'' قرار دیا گیا تھا یعنی غم کا سال۔[۲]

اس موقع پر اللہ رب العزت نے غمی سے منع فرمایا اور تسلی دی کہ اللہ کی مدد آنے والی ہے۔ اسی سورۃ کے سلسلہ کلام پر فرمایا:

''یہاں تک کہ جب رسول ناامید ہونے لگے اور وہ (قوم کے لوگ) خیال کرنے لگے کہ انہیں جھوٹ کہا گیا۔ فوراً ہی ہماری مدد ان کے پاس آ پہنچی جسے ہم نے چاہا اسے نجات دی'' (یوسف:110)

یہاں اس آیت کریمہ سے اشارہ ملتا ہے کہ وہ اللہ جو یوسف علیہ السلام کو کنویں سے اور قید سے نکال کر مصر کی قیادت عطا کر سکتا ہے اور لمبی مدت کے بعد اہل وعیال اور خاندان والوں سے دوبارہ ملاقات کروا دیتا ہے وہ اس بات کی بھی قدرت رکھتا ہے کہ محمد ﷺ اور ان کے ماننے والوں کی مدد کرے اور اسلام کو تمام عالم میں سربلند کر دے۔[۳]

یوسف علیہ السلام کی دعوت کی اساس: حضرت یوسف علیہ السلام نے جن باتوں کو اساس (اصل) بنا کر لوگوں کو دعوت دی وہ درج ذیل ہیں:

1- ایمان باللہ کی دعوت: تمام غیر اللہ کی عبادت اور پرستش سے انکار۔ قرآن میں ارشاد ہوتا ہے: أأرباب متفرقون خيرٌ ام الله، الواحد القهار، ماتعبدون من دونه إلّا اسماء سميتموها أنتم و أباؤكم ما أنزل الله بها من سلطان، (یوسف:39-40)

کیا متفرق کئی ایک پروردگار بہترین یا ایک اللہ زبردست طاقتور اس کے سوا تم جن کی پوجا پاٹ کرتے ہو وہ سب نام ہی نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے خود ہی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گھڑ لیے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان پر کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی۔

یہاں توحید کی دعوت دی گئی اور شرک کی تردید کی گئی جو ہر نبی کی بنیادی اور اولین تعلیم ہوتی تھی۔ تفرق ذوات، صفات اور عدد کے لحاظ سے ہے۔ یعنی وہ رب جو ذات کے لحاظ سے ایک دوسرے سے متفرق، صفات میں ایک دوسرے سے مختلف۔ اور تعداد میں باہم متنافی ہیں۔ وہ بہتر ہیں یا وہ اللہ، جو اپنی ذات وصفات میں منفرد ہے، جس کا کوئی شریک نہیں ہے اور وہ سب پر غالب اور حکمران ہے۔

''اسماء سمیتموھا'' اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ ان کا نام معبود تم نے خود ہی رکھ لیا ہے۔ دراں حالیکہ وہ معبود ہیں نہ ان کی بابت کوئی دلیل اللہ نے اتاری ہے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ ان معبودوں کے جو مختلف نام تم نے تجویز کر رکھے ہیں مثلاً خواجہ غریب نواز، گنج بخش، کرماں والا وغیرہ یہ سب تمہارے خود ساختہ ہیں کوئی دلیل اللہ نے نہیں اتاری۔

2- ایمان بالاخرۃ: حضرت یوسف علیہ السلام کا فرمان جو قرآن نے ذکر کیا ہے:

''میں نے ان لوگوں کا مذہب چھوڑ دیا ہے جو اللہ پر ایمان نہیں رکھتے اور آخرت کے بھی منکر ہیں'' (یوسف:37)

یعنی عقیدہ آخرت کے منکرین کا مذہب گمراہی ہے۔

3- ربوبیت الٰہی کا اعلان: حضرت یوسف علیہ السلام کی دعوت میں سے ایک اساس توحید ربوبیت تھی۔ فرمان ہے: فرمانروائی صرف اللہ کی ہے۔ اس کا فرمان ہے کہ تم سب سوائے اس کے کسی اور کی عبادت نہ کرو۔ یہی دین درست ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے''۔ (یوسف:40)

یعنی نظام کائنات کو چلانے والا، مدبر کائنات، رازق و داتا، اور مشکل کشا صرف اللہ کی ذات ہے۔ وہی شہنشاہ (رب لارباب) کائنات ہے۔

نتائج وعبر:

1- عفو و درگزر: حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ ان کے بھائیوں نے جو زیادتیاں کی تھیں اور اسی کے نتیجے میں ان کو جتنی تکلیفیں پہنچیں اور آزمائش کے جن مختلف مراحل سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گزرے ان کو پیش نظر رکھیں کہ شاید یوسف علیہ السلام ان کو ہرگز معاف نہیں کریں گے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے فرمایا: جانتے بھی ہو کہ تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ اپنی نادانی کی حالت میں کیا کیا؟ (یوسف:89)

جب ان کے بھائیوں نے نہایت عاجزی کے انداز میں صدقہ وخیرات یا بھائی کی رہائی کی اپیل کی تو ساتھ ہی باپ کے بڑھاپے، ضعف اور بیٹے کی جدائی کے صدمے کا بھی ذکر کیا۔ جس سے یوسف علیہ السلام کا دل بھر آیا، آنکھیں نمناک ہوگئیں اور انکشاف حال پر مجبور ہو گئے تاہم بھائیوں کی زیادتیوں کے ذکر کے ساتھ ہی اخلاق کریمانہ کا بھی اظہار فرمادیا کہ یہ کام تم نے ایسی حالت میں کیا جب تم جاہل اور نادان تھے۔

پھر ان بھائیوں نے اعتراف جرم کرتے ہوئے کہا ''اللہ کی قسم اللہ تعالیٰ نے تجھے ہم پر برتری دی ہے اور یہ بھی بالکل سچ ہے کہ ہم خطا کار تھے'' (یوسف:91)

حضرت یوسف علیہ السلام نے جواب دیا: آج تم پر کوئی ملامت نہیں ہے اللہ تمہیں بخشے وہ بہت مہربانوں سے بڑا مہربان ہے'' (یوسف:92)

حضرت یوسف علیہ السلام نے بھی پیغمبرانہ عفو ودرگزر سے کام لیتے ہوئے فرمادیا کہ جو ہوا سو ہوا، آج تمہیں کوئی سرزنش اور ملامت نہیں کی جائے گی۔

فتح مکہ والے دن رسول اللہ ﷺ نے بھی مکہ کے ان کفار اور سرداران قریش کو، جو آپ کے خون کے پیاسے تھے اور آپ کو طرح طرح کی ایذائیں پہنچاتے رہے تھے یہی الفاظ ارشاد فرما کر انہیں معاف فرمادیا۔ (ﷺ)

عصر حاضر کے مسلمانوں کو بھی ان انبیاء علیہم السلام کی سیرت طیبہ سے بھرپور استفادہ کرنا چاہیئے اور عفو ودرگزر کا معاملہ اپنے دشمنوں کے ساتھ بھی اپنانا چاہیے چہ جائیکہ دوست جو احسان کے بہرحال زیادہ حقدار ہوتے ہیں۔

2- انسان کو اپنی صلاحیت سے بھرپور فائدہ اٹھانا چاہیئے: جب بادشاہ مصر نے دیکھا کہ یوسف علیہ السلام تہمت سے بری ہیں اور قابل تعظیم شخصیت کے حامل اور تعبیر خواب کے ماہر ہیں لہٰذا بادشاہ ان سے محبت اور احترام کرنے لگے اور آپ علیہ السلام کو اپنا مشیر خاص بنانا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چاہے۔ بادشاہ نے کہا: اسے میرے پاس لاؤ کہ میں اسے اپنے خاص کاموں کے لئے مقرر کر لوں۔ پھر جب اس سے بات چیت کی تو کہنے لگا کہ آپ ہمارے ہاں آج سے ذی عزت اور امانت دار ہیں۔ (یوسف:54)

جب بادشاہ (ریان بن ولید) پر یوسف علیہ السلام کے علم وفضل کے ساتھ ان کے کردار کی رفعت اور پاک دامنی بھی واضح ہوگئی تو اس نے حکم دیا کہ انہیں میرے پاس پیش کرو۔ میں انہیں اپنے لئے منتخب کرنا یعنی اپنا مصاحب اور مشیر خاص بنانا چاہتا ہوں۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے صرف مشیر بننے پر اکتفانہ کیا بلکہ اپنی صلاحیت کے مطابق عہدہ طلب کیا قرآن کا ارشاد ہے: (یوسف نے) کہا کہ آپ مجھے ملک کے خزانوں پر مقرر کیجئے میں حفاظت کرنے والا باخبر ہوں۔ (یوسف:55)

خزائن خزانۃ کی جمع ہے، خزانہ ایسی جگہ کو کہتے ہیں جس میں چیزیں محفوظ کی جاتی ہیں۔ زمین کے خزانوں سے مراد وہ گودام ہیں جہاں غلہ جمع کیا جاتا تھا۔ اس کا انتظام اپنے ہاتھ میں لینے کی خواہش اس لئے ظاہر کی کہ مستقبل قریب میں (خواب کی تعبیر کی روشنی میں) جو قحط سالی کے ایام آنے والے ہیں، اس سے نمٹنے کے لئے مناسب انتظامات کئے جاسکیں اور غلے کی معقول مقدار بچا کر رکھی جا سکے۔ عام حالات میں اگرچہ عہدہ ومنصب کی طلب جائز نہیں ہے لیکن حضرت یوسف علیہ السلام کے اس اقدام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خاص حالات میں اگر کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ قوم اور ملک کو جو خطرات درپیش ہیں اور ان سے نمٹنے کی اچھی صلاحیتیں میرے اندر موجود ہیں جو دوسروں میں نہیں ہیں، تو وہ اپنی اہلیت کے مطابق اس مخصوص عہدے اور منصب کو طلب کر سکتا ہے، علاوہ ازیں حضرت یوسف علیہ السلام نے تو سرے سے عہدہ ومنصب طلب ہی نہیں کیا، البتہ جب بادشاہ مصر نے انہیں پیشکش کی تو پھر ایسے عہدے کی خواہش کی جس میں انہوں نے ملک اور قوم کی خدمت کا پہلو نمایاں دیکھا۔

اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام پر احسان فرماتے ہوئے کہا: اس طرح ہم نے یوسف کو ملک قبضہ میں دے دیا کہ وہ جہاں کہیں چاہے رہے سہے" (یوسف:56)

حضرت یوسف علیہ السلام نے اس منصب کے ذریعے دین حق کا اظہار کیا اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دعوت دین کے لئے اس منصب سے بھرپور فائدہ اٹھایا۔

3- نوجوانی میں پاکدامنی: حضرت یوسف علیہ السلام نے برائی کی دعوت سے اپنے آپ کو محفوظ رکھا اور عفت و پاکدامنی کا مظاہرہ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اس عورت نے جس کے گھر میں یوسف تھے، یوسف کو بہلانا پھسلانا شروع کیا کہ وہ اپنے نفس کی نگرانی چھوڑ دے اور دروازہ بند کر کے کہنے لگی آجاؤ۔ یوسف نے کہا کہ اللہ کی پناہ وہ میرا رب ہے، اس نے مجھے بہت اچھی طرح رکھا ہے۔ بے انصافی کرنے والوں کا بھلا نہیں ہوتا، (یوسف:23)

حضرت یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اس معصیت پر سے محفوظ رکھا اگرچہ اس کی طرف مرغوبات تھیں:

جب کوئی عورت خود دعوت دے دے تو دوسری طرف بھی رغبت پیدا ہوتی ہے یوسف علیہ السلام خود نوجوان تھے اور غیر شادی شدہ بھی۔ جس عورت نے دعوت دی وہ خود بھی خوبصورت اور اعلیٰ خاندان کی تھی۔ اس سے بڑھ کر حضرت یوسف علیہ السلام ان کے ہاں ملازم تھے اور وہ مالکن تھی۔ دروازے بند کرنے کے بعد کوئی دیکھنے والا بھی نہیں تھا پھر اس عورت نے قید اور دیگر سزاؤں کی دھمکی بھی دی۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی سیرت میں مسلمان نوجوانوں کے لئے بہت سے دروس اور نصائح ہیں یعنی قوت و نوجوانی کے باوجود پاکدامنی کی زندگی بسر کرنا، اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہنا کمال کی بات ہے۔ قرآن و حدیث میں ان نوجوانوں کی تعریف و توصیف بیان ہوئی ہے جو پاکدامنی کی زندگی بسر کرتے ہیں۔

4- تہمت و بدنامی سے برأت کا اعلان: حضرت یوسف علیہ السلام کو بادشاہ کی طرف سے جیل میں پیغام ملا کہ وہ ان سے ملنا چاہتا ہے اور جیل سے نکالنا چاہتا ہے۔ آپ علیہ السلام نے اس حکم کی تعمیل فوراً نہیں کی۔ اگر کوئی اور شخص ہوتا تو اس موقع پر خوشی کا اظہار کرتا اور فوراً جیل سے نکل آتا بلکہ فرمایا کہ جب تک میری برأت کا اعلان نہ ہو اور جب تک یہ واضح نہ ہو کہ میں (یوسف علیہ السلام) مظلوم تھا اور میرے ساتھ زیادتی ہوئی ہے جیل سے نہ نکلوں گا۔

آپ علیہ السلام کی سیرت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ انسان کو تہمت سے پاک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہونے اور اپنے آپ کو مکمل طور پر بے گناہ ثابت کرنے کے لئے ثبوت فراہم کرنا ضروری ہے۔

نبی پاک ﷺ ایکدفعہ اپنی زوجات میں سے کسی کے ساتھ مسجد کے قریب کھڑے تھے۔ دوصحابیوں کو دیکھا تو آپ علیہ السلام نے ان سے فرمایا دیکھنا یہ میری بیوی صفیہ ہے۔ [۴]

یہ اس لئے کیا کہ کسی کے دل میں کوئی شبہ پیدا نہ ہو۔ لہٰذا ایک داعی (مبلغ) کے لئے اس بات سے احتیاط کرنا چاہیئے کہ اس کی زندگی مشکوک بن جائے بلکہ اس کی سیرت، معاملات وغیرہ تو بہت واضح ہونا چاہیں جیسے کہ انبیاء علیہ السلام کی زندگی سب کے سامنے واضح ہوتی تھی۔

5- ہر شخص کو اس کا مناسب مقام دینا چاہیئے: حضرت یوسف علیہ السلام کی سیرت سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر شخص کو اس کی صلاحیت کے مطابق کام (عہدہ) دینا چاہیئے۔ بلکہ اگر کوئی شخص یہ یقین رکھتا ہو کہ وہ لوگوں کے لئے بہتر خدمات مہیا کرسکتا ہے تو وہ خود بھی عہدہ مانگ سکتا ہے۔ یوسف علیہ السلام نبی بھی تھے اور صاحب اختیار و اقتدار شخصیت بھی۔ یوسف علیہ السلام کی سیرت کو پیش نظر رکھنے سے کسی امیر یا سربراہ کی جو خوبیاں ہونا چاہیئے اس کی تفصیلات درج ذیل ہیں۔[۵]

1- شہوات نفسانی پر قابو پانے والا ہو: قرآن میں یوسف علیہ السلام کے ذکر کے بعد فرمایا گیا: یوں ہی ہوا اس واسطے کہ ہم اس سے برائی اور بے حیائی دور کردیں۔ بے شک وہ ہمارے چنے ہوئے بندوں میں سے تھا۔ (یوسف:24)

2- غصے کے وقت بردباری اور صبر: یوسف علیہ السلام نے اپنی ذات کے بارے میں بھائیوں کی تہمت پر بات سن کر خاموشی اختیار کی۔ انہوں نے کہا تھا: اس نے چوری کی ہے تو اس کے بھائی (یوسف) نے بھی چوری کی تھی۔ (یوسف علیہ السلام ن اس بات کو دل میں رکھ لیا)۔ (یوسف:77)

3- استقامت و امانت: جب عزیز مصر کی بیوی نے اسے پھسلانا چاہا تو یوسف علیہ السلام نے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرمایا: اللہ کی پناہ! وہ میرا رب ہے۔ مجھے بہت اچھی طرح رکھا ہے۔" (یوسف:23)

4- نرمی اور سختی موقع محل دیکھ کر برتنا چاہیئے: جب یوسف علیہ السلام کے بھائی آپ سے غلہ لینے آئے اور انہوں نے ان کو پہچان لیا تو بقول قرآن آپ نے ان سے فرمایا: (جب انہیں اسباب مہیا کر دیا تو کہا) کہ تم میرے پاس اپنے اس بھائی کو لانا جو تمہارے باپ سے ہے کیا تم نے نہیں دیکھا کہ میں پورا ناپ کر دیتا ہوں اور میں ہوں بھی بہترین میزبانی کرنے والوں میں۔ پس اگر تم اسے لے کر نہ آئے تو میری طرف سے تمہیں کوئی ناپ بھی نہ ملے گا بلکہ تم میرے قریب بھی نہ پھٹکنا۔ (یوسف:60)

اس موقع پر ایک طرف تو نرم انداز سے مائل کیا گیا اور ساتھ دھمکی بھی دی گئی تاکہ انہیں ہر طرح اپنی مرضی کے مطابق کام کرنے کے لئے دباؤ میں لایا جا سکے۔

5- اپنی ذات پر اعتماد و بھروسہ: ایک داعی کو اعتماد اور بھروسے میں ویسا ہونا چاہیئے جیسا یوسف علیہ السلام نے فرمایا: مجھے ملک کے خزانوں پر مقرر کیجئے کہ میں امین و حفیظ ہوں۔ (یوسف:55) اس دعوے و مطالبے میں دو باتیں ملحوظ ہونا ضروری ہیں یعنی ایک امین و محافظ ہونا اور دوسری بات اس کام کو جاننے والا ہونا (یعنی علم) لیکن بہر حال اس سے انکار نہیں کہ اپنی ذات پر پیغمبرانہ اعتماد اور بھروسہ پیدا کرنے کے لئے اپنا عمومی کردار بھی ان کے اصولوں پر ڈھالنا ضروری ہوگا۔

6- ذہانت و سمجھداری: کئی سالوں کے بعد جب انہوں نے بھائیوں کو دیکھا تو حضرت یوسف علیہ السلام پہچان گئے حالانکہ وہ یوسف علیہ السلام کو نہ پہچان سکے (دیکھئے یوسف:58) یہ ان کے حافظے اور فراست کی عیاں مثال ہے۔

7- شفقت و نرمی تواضع و انکساری: جیسے کہ یوسف علیہ السلام نے قیدی ساتھیوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: اے میرے قید خانے کے رفیقو! (یوسف:41) اس لئے ان کے قیدی ساتھیوں نے آپ علیہ السلام کے بارے میں کہا کہ آپ علیہ السلام بہت ہی نیکوکار ہیں۔ گویا آپ علیہ السلام نے اپنے کردار اور گفتار سے ان کے دلوں میں گھر کر لیا تھا۔ یہی سبق آج کے نوجوانوں کے لئے ہے کہ کردار و گفتار سے گمراہ لوگوں کو راہ راست پر لے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آئیں۔

8- قدرت انتقام کے باوجود درگزر کرنا: یوسف علیہ السلام اپنے بھائیوں سے فرمایا: آج تم پر کوئی ملامت نہیں اللہ تمہیں بخشے۔ وہ سب مہربانوں سے بڑا مہربان ہے یعنی قدرت ہوتے ہوئے معاف کرنا ایک اعلیٰ درجے کی کریمانہ خصلت ہے جسے اپنانا ہر ایک کیلئے نیک نامی اور تکریم کا سبب ہوتا ہے۔ (یوسف:92)

9- رشتہ داروں کی عزت و تکریم: واتونی باھلکم اجمعین (یوسف:93)

اپنے تمام خاندان کو میرے پاس لے آؤ یعنی مصر آنے کی دعوت دی۔ یعنی یوسف علیہ السلام نے اپنے جذبہ صلہ رحمی کے تحت ان سب پر احسان کرنے کا بالواسطہ وعدہ فرمادیا۔

10- بیان اور خطابت کی قوت: (یوسف:54)

11- تدبیر و انتظام: یوسف علیہ السلام نے کہا: تم سات سال تک پے در پے لگا تار حسب عادت غلہ بویا کرنا اور فصل کاٹ کر اسے بالیوں سمیت ہی رہنے دینا سوائے اپنے کھانے کی تھوڑی ہی مقدار کے۔ (یوسف:47)

6- مخلوط تعلیم و معاشرت: عصر حاضر کا بڑا فتنہ مرد و زن کا باہمی اختلاط ہے۔ مدارس، معاہد اور جامعات میں مخلوط نظام تعلیم نے نوجوانوں کے اخلاق کو متاثر کیا ہے۔ بہت سے مسلم ممالک میں بھی خواتین بغیر حجاب (پردے) کے بازاروں اور عام شاہراہوں میں چلتی پھرتی نظر آتی ہے۔ بلاشبہ حیائی، زنا اور دیگر اخلاق سوز حرکتوں میں اضافہ اسی بے پردگی اور اختلاط مرد و زن کی وجہ سے ہو رہا ہے۔

اسلام اس بات کی اجازت تو دیتا ہے کہ خواتین کے لئے مخصوص ادارے ہوں۔ یہاں وہ نوکریاں کرلیں مگر اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ مردوں کے شانہ بشانہ کام کریں۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ اس بات پر شاہد ہے کہ خواتین کے ساتھ نامحرم مرد کا خلوت میں رہنا، سفر کرنا، اور اٹھنا بیٹھنا، زمانہ قدیم سے فساد کا سبب بنتا چلا آرہا ہے اسی لیے یہ انتہائی غیر پسندیدہ عمل ہے۔ انبیاء علیہم السلام معصوم ہوتے ہیں اس لئے اللہ رب العزت نے حضرت یوسف علیہ السلام کی عزت و ایمان کی حفاظت کا اہتمام فرمایا ورنہ شاید اور کوئی شخص

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتا تو اس فتنے سے نہ پھر سکتا۔ پھر یہ بھی توجہ اور غور کے قابل بات ہے کہ اگر اس آزاد معاشرے کی عورت ایک پیغمبر کو غلط کاری کے لئے طرح طرح کے حربوں سے مائل کرنے کی کوشش کرتی ہے تو پھر عام عورتیں اور مرد کیا نہیں کرتے ہوں گے!

نبی پاک ﷺ کا فرمان ہے: عورتوں کے ساتھ خلوت میں نہ رہنا اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، جب کوئی مرد اور عورت خلوت میں ہوں تو شیطان ان کے درمیان داخل ہوتا ہے۔[۶]

پھر ایک اور خطرناک صورت حال جو آج کے معاشرے میں نظر آ رہی ہے وہ یہ ہے کہ رشتہ داروں اور دوستوں کے ایک دوسرے کے ہاں ملاقات کے لئے آنے اور جانے میں کوئی شرعی آداب کو ملحوظ خاطر نہیں رکھا جاتا۔ نامحرم مرد کا اجنبی عورت استقبال کرتی ہے پھر خاوند کے بغیر اجنبیوں کے ساتھ بے تکلفی سے اٹھنے، بیٹھنے وغیرہ کا سلسلہ بھی شروع ہو جاتا ہے جس سے بہت سی معاشرتی خرابیاں پیدا ہو رہی ہیں لہٰذا نامحرموں کے ساتھ جو بھی رابطہ ہو وہ اسی قدر رہونا چاہیئے جس کی شریعت نے اجازت دی ہے۔

نبی پاک ﷺ نے اس لئے فرمایا: الحمو الموت[۷]

خاوند کے بھائی وغیرہ باعث ہلاکت ہے جن سے بے تکلفی کی وجہ سے بہت سی شرعی قباحتیں پیدا ہوتی ہیں۔

گویا کہ اس طرح مرد و زن کا بلا تکلف اختلاف باعث ہلاکت ہے خاندانی نظام کو خراب کرنے کا سبب ہے کیونکہ شیطان انہیں پھسلا کر غلط ڈگر پر لے جاتا ہے۔

7- بچوں کی تربیت و تعلیم: حضرت یعقوب علیہ السلام اپنی تمام اولاد کے ساتھ عدل و انصاف فرماتے تھے مگر حضرت یوسف علیہ السلام سے کچھ زیادہ ہی محبت تھی۔ ان سے بہت زیادہ پیار کرنے کو باقی بھائیوں نے محسوس کیا اور وہ یوسف علیہ السلام کے خلاف سازشیں کرنے لگے جن کا قرآن کریم یوں ذکر فرماتا ہے:

''یوسف کو تو مار ہی ڈالو یا اسے کسی (نامعلوم) جگہ پھینک دو کہ تمہارے والد کا رخ صرف تمہاری طرف ہی ہو جائے، اس کے بعد تم نیک ہو جانا، (یوسف:9)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعنی اسے کنویں میں ڈال کر یا قتل کر کے پھر تائب ہو جانا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے دل میں ناحق حسد پیدا ہوا یہ بری حرکت تھی کیونکہ یعقوب علیہ السلام کا کسی بچے سے زیادہ محبت کرنا کوئی قابل گرفت نہیں۔ دل کا کسی چیز کو زیادہ پسند کرنا طبعی معاملہ ہے اگر ظاہری معاملات ہی عدل وانصاف ہو تو دل کی پسند و ناپسند پر کسی کی گرفت نہیں ہو سکتی کیونکہ اس پر اللہ تعالیٰ کا اختیار ہے۔

خود نبی پاک ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات کے بارے میں فرمایا تھا: ''یا اللہ یہ میری تقسیم ہے جو میرے اختیار میں ہے ان پر میری گرفت نہ کیجیو، ہاں جن پر میرا اختیار (دسترس) نہیں تو اس کا مالک تو ہے۔[۸]

لہٰذا اس واقعہ کے اندر والدین کے لئے درس عبرت ہے۔ پوری کوشش کرنی چاہیئے کہ اولاد کے درمیان عدل وانصاف سے کام لیں ورنہ ان کے درمیان عداوت ودشمنی بڑھ سکتی ہے۔

حضرت نعمان بن بشیر سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ سے بشیر نے عرض کیا کہ میں نے اس لڑکے کو (یعنی نعمان کو) کچھ ہبہ کیا ہے آپ ﷺ گواہ بن جائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تیرے اور بھی لڑکے ہیں؟ بشیر نے کہا ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم نے ان کو بھی ایسا ہی ہبہ کیا ہے بشیر نے کہا نہیں تو آپ نے فرمایا پھر تو تم مجھے گواہ مت بناؤ کیونکہ میں ظلم پر گواہ نہیں بنتا۔[۹]

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اس ھبہ کو واپس کر دو۔

8- دعوت میں نرمی: داعی دل کا معالج ہوتا ہے۔ جسمانی معالج مریض کو اس کی بیماری کے مطابق مفید وزود اثر دوا تجویز کرتا ہے اسی طرح داعی کے لئے ایک ماہر معالج کی طرح باطنی مریض کا علاج کرنا ضروری ہے۔ سختی اور شدت کے ساتھ مخاطب کو متنفر نہیں کرنا چاہیئے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے قیدی ساتھیوں سے کس محبت و پیار کے خطاب فرمایا: اے میرے قید کے ساتھیو! جس سے مخاطب یہ محسوس کرتا ہے کہ داعی مجھ سے محبت کرتا ہے۔ میری بھلائی چاہتا ہے اور میرا خیر خواہ ہے اس کے نتیجے میں وہ مائل ہوتا ہے اور دعوت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قبول کر لیتا ہے جب کہ عصر حاضر کے بعض خطباء سخت اسلوب اختیار کرتے ہیں۔ بدکلامی اور سب وشتم سے کام لیتے ہیں اور کفر وفسق کے فتوے صادر کرتے ہیں جس سے لوگ متنفر ہو جاتے ہیں لہٰذا سنت یوسفی علیہ السلام کو پیش نظر رکھ کر یہ اسلوب ترک کرنا چاہیئے اس سلسلے میں دیکھیئے کہ

قرآن کریم نے مشرکین سے کس طرح خطاب کیا فرمایا: پوچھیئے کہ تمہیں آسمانوں اور زمین سے روزی کون پہنچاتا ہے (خود) جواب دیجئے کہ اللہ تعالیٰ (سنو) ہم یا تم، یا تو یقیناً ہدایت پر ہیں یا کھلی گمراہی میں ہیں۔ کہہ دیجئے کہ ہمارے کئے ہوئے گناہوں کی بابت تم سے کوئی سوال نہیں کیا جائے گا نہ تمہارے اعمال کی باز پرس ہم سے کی جائے گی (سبا:24-25)

ملاحظہ فرمایا انداز میں کس قدر نرمی اور بلاغت ہے اور سوالیہ انداز میں حق کا اظہار کس خوبصورت پیرائے میں کیا گیا ہے!

حقیقت یہ ہے کہ سحر بیانی سے دوسرا ضرور متاثر ہوتا ہے اور سختی اور درشت انداز سے نفرت پیدا ہوتی ہے۔ نبی پاک ﷺ کے بارے میں قرآن کا ارشاد ہے: اللہ کی رحمت کے باعث آپ ان پر نرم دل ہیں اور اگر آپ بدزبان اور سخت دل ہوتے تو یہ سب آپ کے پاس سے چھٹ جاتے، سو آپ ان سے درگزر کریں اور ان کے لئے استغفار کریں اور ان سے کام میں مشورہ کیا کریں، پھر جب آپ کا پختہ ارادہ ہو جائے تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں۔ (آل عمران:159)

نبی پاک ﷺ جو صاحب خلق عظیم پیغمبر تھے، اللہ تعالیٰ اپنے اس بندے پر ایک احسان عظیم کا ذکر فرما رہا ہے آپ ﷺ کے اندر نرمی اور ملائمت ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کی خاص مہربانی کا نتیجہ ہے یہ نرمی لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے کے بعد دعوت وتبلیغ کے لئے نہایت ہی ضروری ہے اگر آپ ﷺ اندر یہ نہ ہوتی بلکہ اس کے برعکس آپ ﷺ تند خو اور سخت دل ہوتے تو لوگ آپ کے قریب ہونے کی بجائے آپ ﷺ سے دور بھاگتے اس لئے آپ ﷺ درگزر سے کام لیتے رہے اور ان کی درشتی اور تند خوئی کی شدت کو اپنی حلیم الطبعی اور نرم خوئی سے زائل کرتے رہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۹۔ دنیوی اور دینی امور میں منصوبہ بندی: حضرت یوسف علیہ السلام نے مصر کو قحط سالی اور مالی مشکلات سے بچانے کے لئے منصوبہ بندی کی جو بہت دقیق منصوبہ بندی تھی۔ پھر اس پر سختی سے عمل درآمد کیا اور اس کی تکمیل کے لئے اخلاص کے ساتھ محنت و کوشش کی۔ یہ جانتے ہوئے کہ وہ اس معاملہ کو اچھی طرح سنبھال سکتے ہیں اور اس کی پیش بندی بخوبی کر سکتے ہیں انہوں نے اس کام کے لئے بادشاہ کے سامنے اپنے آپ کو خود پیش فرمایا کہ اور کہا کہ خزائن الارض کا مجھے ذمہ دار بنا دیں میں ان امور سے بخوبی آگاہ بھی ہوں اور امانتدار اور صحیح محافظ بھی ہوں چنانچہ اللہ رب العزت کا کرنا ایسا ہوا کہ جیل سے نکال کر انؑ کو وزیر خزانہ اور وزیر زراعت بنا دیا گیا۔ آپ عزت و شان کے ساتھ جیل سے نکلے اور گزشتہ تمام تہمتوں سے بھی بری قرار پائے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اس منصوبہ کو دو حصوں میں تقسیم کیا:

ایک پیداوار میں اضافہ جس کے لئے تمام زمینوں کو قابل کاشت بنایا گیا اور کوئی زمین بنجر نہ چھوڑی گئی بلکہ زمین کو بنجر چھوڑنے کو جرم قرار دیا گیا۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: کہ تم سات سال پے در پے لگاتار حسب عادت غلہ بویا کرنا" (یوسف:47)

یعنی یہ تدبیر بتائی کہ سات سال تم متواتر کاشتکاری کرو اور جو غلہ تیار ہو، اسے کاٹ کر بالیوں سمیت ہی سنبھال کر رکھو تا کہ ان میں غلہ زیادہ محفوظ رہے، اور جب سات سال قحط کے آئیں گے تو یہ غلہ تمہارے کام آئے گا جس کا ذخیرہ تم اب کرو گے۔

دوسرا مرحلہ: چنانچہ جب قحط سالی شروع ہوئی تو حضرت یوسف علیہ السلام نے جمع شدہ غلے کو لوگوں کے درمیان عدل و انصاف کے ساتھ تقسیم کا انتظام کیا۔ ہر فرد کو اس کی ضرورت کے مطابق غلہ دیا جاتا۔

اس منصوبہ بندی سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ذخیرہ اندوزی کالا دھن اور اس قسم کی مہنگ فروشی پر پابندی لگائی جا سکتی ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے ان امور کی سخت نگرانی کی۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ اگر نظام کو چلانے والے مخلص اور ایماندار ہوں تو کامیابی ہوتی ہے ورنہ نہیں۔ صرف منصوبہ بندی کافی نہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

10- اللہ کی خوشنودی کی خاطر کسی چیز کو ترک کرنا: اس عمل سے اللہ تعالیٰ بہتر بدل عطا کرتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے کسی صحابی کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: تم اگر کوئی چیز اللہ سے ڈر کر چھوڑ دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ تجھے اس سے بہتر چیز عطا فرماتا۔[۱۰]

حضرت ابن عمرؓ کا فرمان ہے: اللہ کا بندہ صرف اللہ کی خاطر کوئی چیز ترک کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اس کو دنیا و آخرت میں بہتر بدلہ عطا کرتا ہے"[۱۱]

جب مہاجرین نے اللہ کی خاطر مکہ چھوڑ کر مدینہ کی طرف ہجرت کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے دنیاوی آسانیاں بھی مہیا کر دیں اور اقتدار و اختیار بھی عطا کیا اور ساتھ آخرت میں اپنی خوشنودی کا مژدہ بھی سنا دیا اور بعض کو تو دنیا میں ہی جنت کی خوشخبری دے دی۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے اللہ کی خاطر عزیز مصر کی بیوی کی خواہش کی تکمیل نہ کی اور اللہ کا تقویٰ اختیار کیا اور اس کی خواہش کے مقابلہ میں جیل کو ترجیح دی تو اللہ تعالیٰ نے قید سے نکال کر حکومت و اقتدار سے سرفراز فرما دیا۔

اسی طرح اگر چور چوری سے توبہ کر لے، حرام کھانے والا حرام چھوڑ دے تو اللہ رب العزت اس کو حلال روزی کا حصول آسان فرما دیتا ہے۔ اللہ کا وعدہ ہے، جو شخص تقویٰ اختیار کرتا ہے اور اس کے لئے چھٹکارے کی شکل پیدا کر دیتا ہے اور اس کو ایسی جگہ سے روزی دیتا ہے جس کا اسے گمان بھی نہ ہو۔ (الطلاق: 2-3)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک شخص کفل نامی جس کا تعلق بنی اسرائیل سے تھا گناہ سے نہیں بچتا تھا ایک دفعہ ضرورت مند عورت آئی جس کو کچھ رقم درکار تھی اس (کفل) نے اس عورت کو ساٹھ دینار اس شرط پر دیئے کہ وہ اس کے ساتھ بدفعلی کرے گا۔ جب کفل نے زنا کا ارادہ کیا تو وہ عورت رونے لگی سبب پوچھا تو کہنے لگی: یہ کام آج سے پہلے میں نے کبھی نہیں کیا آج ضرورت مندی اس کی وجہ سے مجبور ہو گئی ہوں اس شخص پر ایسا اثر ہوا کہ اس نے نہ صرف برائی کا ارادہ ترک کر دیا بلکہ وہ رقم جو اس عورت کو دی تھی وہ بھی معاف کر دی اور ہمیشہ کے لئے گناہ سے تائب ہو گیا اور اتفاقاً اسی رات فوت ہو گیا (لوگوں نے دیکھا کہ) اس کے دروازے پر لکھا ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے کفل کو معاف کر دیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حوالہ جات

[۱] البخاری مع فتح الباری، کتاب التفسیر، سورۃ 12 ,361/8

[۲] سیرت ابن ہشام، 416/1، ط2 ,1955ء

[۳] تفسیر القاسمی، 3618/9، 1985ء

[۴] البخاری مع فتح الباری، کتاب الاعتکاف، باب نمبر 8، 287/4

ابن ماجہ، کتاب الصیام، فی المعتکف یزورہ اھلہ فی المسجد، 541/1

[۵] تفسیر القاسمی، 3626-3620/9

[۶] السیوطی: الجامع الکبیر، 362/1، مصر

[۷] الترمذی، کتاب الرضاع، باب کراھیۃ الدخول علی المغیبات، ص188 ط۔ کراچی

مسند احمد، 149/4

[۸] الترمذی، کتاب النکاح، باب التسویۃ بین الضرائر، ص 183

[۹] صحیح مسلم، کتاب الھبات، باب کراھۃ تفضیل بعض الاولاد فی الھبۃ، 1242-1241/3

البخاری مع فتح الباری، کتاب الھبۃ، باب الھبۃ للولد، 211-210/5

[۱۰] تفسیر ابن کثیر، 34/4 دار الفکر۔ بیروت

[۱۱] فیض القدیر، 436/5

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت شعیب علیہ السلام

تعارف: مشہور اسلامی مورخ محمد بن اسحاق کے مطابق حضرت شعیب علیہ السلام حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے صاحبزادے مدین کی اولاد میں سے تھے۔

جس بستی میں ان کا قیام تھا اس کو بھی شہر مدین کہا جاتا تھا گویا مدین ایک قوم کا بھی نام ہے اور ایک شہر کا بھی۔ یہ شہر آج بھی شرق اردن کی بندرگاہ معان کے قریب موجود ہے۔

حضرت شعیبؑ کو اللہ تعالیٰ نے وعظ و نصیحت کا معجزانہ انداز عطا کیا تھا۔ اسی حسن خطابت کی وجہ سے انہیں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ''خطیب الانبیا'' کے لقب سے یاد فرمایا ہے۔[۱]

حضرت شعیب علیہ السلام کا اسم گرامی قرآن حکیم میں دس جگہ آیا ہے۔

سورہ اعراف: آیات 85, 88, 90, 92 سورہ ہود: 84, 87, 91, 9

سورہ عنکبوت: 36 سورہ الشعراء: 177

حضرت ابراہیمؑ کی تین بیویاں تھیں سارہؓ، ہاجرہؓ، قطورہؓ

حضرت سارہ کے بیٹے حضرت اسحاقؑ تھے ان کے دو بیٹے تھے۔ حضرت یعقوبؑ جو بنی اسرائیل کے باپ قرار پائے۔ دوسرے عیسو جنکا لقب ادوم تھا۔ سیدہ ہاجرہؓ کے بطن سے صرف ایک بیٹا ہوا جس کا نام اسماعیل علیہ السلام تھا۔ سیدہ قطورہؓ کے بطن سے کئی ایک بچے ہوئے جن میں سے ایک کا نام مدین تھا۔ انہی تینوں ازواج سے حسب ذیل مشہور قومیں پیدا ہوئیں۔

(1) بنو قطورہ جن میں سے اہل مدین اور اہل ودان (اصحاب الایکہ) تھے یہی حضرت شعیبؑ کی قوم تھی۔

(2) بنو ہاجرہ میں سے حضرت اسماعیلؑ، اصحاب الحجر، قیدار، قریش۔

(3) بنو سارہ میں سے ادوم (یعنی حضرت ایوب اور ان کی قوم) مدین اپنے اہل و عیال کے ساتھ اپنے سوتیلے بھائی حضرت اسماعیلؑ کے پہلو میں حجاز آ کر آباد ہو گیا تھا۔ پھر یہی خاندان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آگے چل کر ایک بڑا قبیلہ بن گیا۔ حضرت شعیبؑ بھی چونکہ اسی نسل سے تھے اس لئے ان کی بعثت کے بعد یہ قوم، قوم شعیب کہلائی۔

قوم شعیب کی معاشرتی خرابی: شعیبؑ کی قوم کی اخلاقی حالت ابتر تھی۔ حرام خوری اور سود خوری کی بری عادت میں پڑ گئی تھی حلال وحرام کی تمیز کئے بغیر کمائی کرتی تھی۔ ناپ تول میں بے ایمانی کیا کرتی تھی۔ تاجر دوسروں سے ناپ تول میں زیادہ وصول کرتے اور جب دینا ہوتا تو تول میں اور ناپنے میں کمی کرتے۔

اس قوم نے روئے زمین پر فساد برپا کر رکھا تھا۔ راستوں میں ڈاکے مارا کرتی تھی بلکہ راہزنی ان کا پیشہ بن چکا تھا۔ ہر طرف لوٹ مار کا بازار گرم تھا۔

قرآن اس کا نقشہ پیش کرتے ہوئے کہتا ہے: ''ہم نے مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب (علیہ السلام) کو بھیجا۔ انہوں نے فرمایا: اے میری قوم! تم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوائی کوئی تمہارا معبود نہیں۔ تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے واضح دلیل آ چکی ہے۔ پس تم ناپ اور تول پورا پورا کیا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم کر کے مت دو۔ روئے زمین میں اس کے بعد کہ اس کی درستی کر دی گئی۔ فساد مت پھیلاؤ۔ یہ بات تمہارے لئے فائدے کی ہے اگر تم تصدیق کرو اور تم سڑکوں پر اس غرض سے مت بیٹھا کرو کہ ہر ایمان لانے والوں کو دھمکیاں دو اور اللہ کی راہ سے روکو اور اس میں کجی کی تلاش میں لگے رہو'' (الاعراف: ۸۵۔۸۶)

دعوت توحید کے بعد، اس قوم میں ناپ تول میں کمی کی جو بڑی خرابی تھی، اس سے منع فرمایا گیا اور پورا پورا ناپ اور تول کر دینے کی تلقین کی گئی۔ یہ کوتاہی انتہائی خطرناک تھی۔ جس سے اس قوم کی اخلاقی پستی اور گراوٹ کا پتہ چلتا ہے۔ جس کے اندر بھی یہ خصلت ہو۔ وہ بدترین خیانت کی شکار ہو جاتی ہے یعنی پیسے پورے لئے جائیں اور چیز کم دی جائے اسی لئے سورہ مطففین میں ایسے لوگوں کو ہلاکت کی خبر دی گئی۔

اللہ کے راستے سے روکنے کے لئے اللہ کے راستے میں کجیاں تلاش کرنا۔ یہ ہر دور میں نافرمانوں کا محبوب مشغلہ رہا ہے۔ جس کے نمونے آجکل کے متجددین اور فرنگیت زدہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لوگوں میں بھی نظر آتے ہیں۔ اعاذنا اللہ منہ۔ علاوہ ازیں راستے میں بیٹھنے کے اور بھی کئی مفہوم بیان کئے گئے ہیں۔ مثلاً لوگوں کو ستانے کے لئے بیٹھنا، جیسے عام طور پر اوباش قسم کے لوگوں کا شیوہ ہے۔ یا حضرت شعیب علیہ السلام کی طرف جانے والے راستوں میں بیٹھنا تاکہ ان کے پاس جانے والوں کو روکیں اور انہیں ان سے بدظن کریں۔ جیسے قریش مکہ کرتے تھے۔ یا دین کے راستوں پر بیٹھنا اور اس راہ پر چلنے والوں کو روکنا۔ یوں لوٹ مار کی غرض سے ناکوں پر بیٹھنا تاکہ آنے جانے والوں کا مال سلب کرلیں۔ یا بعض کے نزدیک محصول اور چونگی وصول کرنے کے لئے ان کا راستوں پر بیٹھنا۔ مفسرین کے مطابق یہ سارے ہی مفہوم صحیح ہو سکتے ہیں کیونکہ یہ ممکن ہے کہ وہ یہ سب ہی کچھ کرتے ہوں۔

حضرت شعیبؑ کی دعوت کی بنیاد:

۱۔ عقیدہ توحید کے ساتھ ساتھ حسن معاملہ اور صداقت وامانت کی دعوت بھی دی کیونکہ حضرت شعیبؑ کی قوم کی اخلاقی حالت بہت ہی خراب تھی چنانچہ فرمایا: ''اے میری قوم! ناپ تول انصاف کے ساتھ پورا پورا کرو لوگوں کو ان کی چیز کم نہ دو اور زمین میں فساد اور خرابی نہ مچاؤ'' (ہود:۸۵)

لہٰذا یہاں یہ ترغیب دلائی گئی کہ حلال کی کمائی کیا کرو حرام سے بچو۔ حلال میں برکت ہے اور حرام میں بے برکتی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: اللہ کا حلال کیا ہا جو بچ رہے تمہارے لئے بہت ہی بہتر ہے اگر تم ایمان والے ہو'' (ہود:۸۶)

''بقیت اللہ'' سے مراد وہ نفع ہے جو ناپ تول میں کسی قسم کی کمی کئے بغیر، دیانت داری کے ساتھ سودا دینے کے بعد حاصل ہو، یہ چونکہ حلال وطیب ہے اور خیر وبرکت بھی اسی میں ہے، اس لئے اللہ کا بقیہ قرار دیا گیا ہے۔

امام ابن جریر الطبریؒ کے مطابق اس کا مفہوم ہے:

لوگوں کے حقوق ادا کرنے کے بعد عدل وانصاف کے ساتھ ناپ تولنے کے بعد جو مال تمہارے پاس بچے وہ بہتر اور حلال ہے، بہ نسبت اس کے کہ لوگوں کی حق تلفی، ناپ تول

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں کمی کر کے زیادہ مال تمہارے پاس بچے جس میں برکت بھی نہیں ہوتی'' [۲]

لہٰذا ایک داعی (مبلغ) اس کو چاہئے کہ لوگوں کو اس بات کا یقین دلائے کہ مال حلال اگر چہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو وہ بہتر ہے بہ نسبت اس مال کے جو زیادہ ہو مگر حرام ہو۔

1- اللہ کی نافرمانی پر سخت سزا کی وعید: پچھلی امتوں کے واقعات کی روشنی میں حضرت شعیبؑ نے اپنی قوم کے سامنے پچھلی امتوں کے عبرتناک واقعات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: اے میری قوم! کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کو میری مخالفت ان عذابوں کا مستحق بنا دے جو قوم نوح اور قوم ہود اور قوم صالح کو پہنچے ہیں اور قوم لوط کا معاملہ تو تم سے کچھ دور بھی نہیں'' (ہود:89)

اللہ کا فرمان ہے، سو کیا یہ اسی دستور کے منتظر ہیں جو اگلے لوگوں کے ساتھ ہوتا رہا ہے، سو آپ اللہ کے دستور کو کبھی بدلتا ہوا نہ پائیں گے'' (فاطر:43)

یعنی کیا یہ لوگ اپنے کفر و شرک، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت اور مومنوں کو ایذائیں پہنچانے پر مصر رہ کر اس بات کے منتظر ہیں کہ انہیں بھی اسی طرح ہلاک کیا جائے، جس طرح پچھلی قومیں ہلاکت سے دوچار ہوئیں؟ بلکہ یہ اسی طرح جاری ہے اور ہر مکذب (جھٹلانے والے) کا مقدر ہلاکت ہے یا بدلنے کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ کے عذاب کو رحمت سے بدلنے پر قادر نہیں ہے۔

حضرت شعیبؑ کا زمانہ حضرت لوطؑ کے زمانے کے قریب تھا اور قوم لوط کی عبرتناک سزا کے آثار ان کے سامنے نظر آ رہے تھے اسی لئے اس کا تذکرہ لایا گیا۔

1- اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر شکر کرنے کی تلقین: حضرت شعیبؑ اپنی قوم کو اللہ کی نعمتوں پر شکر کرنے کی تلقین کرتے رہے اور فرمایا کہ شکر کرنے پر اللہ تعالیٰ اپنے انعامات میں اضافہ فرماتا ہے اسی سلسلے میں فرمایا: ''یاد کرو جب تم کم تھے پھر اللہ تعالیٰ نے تم کو زیادہ کر دیا اور دیکھو کہ کیسا انجام ہوا فساد کرنے والوں کا'' (الاعراف:86)

''میں تم کو آسودہ حال دیکھ رہا ہوں اور مجھے تم پر گھیرنے والے دن کے عذاب کا خوف (بھی) ہے'' (ہود:84)

لیکن اللہ کی نعمت کے مقابلے میں شکر و حمد کا اظہار کرنے کی بجائے تم ایسی بری

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حرکت کرتے ہو! پھر تو مجھے اندیشہ ہے کہ دنیا کے علاوہ قیامت والے دن کے عذاب سے تم نہ بچ سکو گے۔گھیرنے والے دن سے مراد قیامت کا دن ہے کہ اس دن کوئی گناہگار مئواخذہ الٰہی سے بچ نہ سکے گا اور نہ بھاگ کر کہیں چھپ سکے گا۔

4۔ **تقوی اور توبہ و استغفار کی دعوت**: پرہیزگاری اور توبہ استغفار کی ترغیب دلاتے ہوئے حضرت شعیبؑ نے اپنی قوم کو بار بار برائی ترک کرنے کی رغبت دلائی: ''تم اپنے رب سے استغفار کرو اور اس کی طرف رجوع کرو۔یقین مانو کہ میرا رب بڑی مہربانی والا اور بہت محبت کرنے والا ہے(ہود:9) حضرت شعیبؑ نے یوں بھی فرمایا''اس اللہ کا خوف رکھو جس نے تمہیں اور اگلی مخلوق کو پیدا کیا''(الشعراء:184)

پھر ان کی قوم کو آخرت پر ایمان لانے کی دعوت دی، جواب دہی کا احساس دلایا لیکن یہ ساری کوششیں ناکام ہوئیں اور وہ اپنی گمراہی پر قائم رہی۔

5۔ **حضرت شعیبؑ کے ذاتی عمل اور سیرت کو بطور نمونہ پیش کرنا**: قرآن مجید کے الفاظ میں حضرت شعیبؑ نے اظہار خیال یوں کیا، میرا ارادہ بالکل نہیں کہ تمہاری مخالفت کر کے خود اس چیز کی طرف جھک جاؤں جس سے تمہیں روک رہا ہوں۔(ہود:88)

حضرت شعیبؑ کے فرمان کا مقصد یہ تھا کہ جس کام سے میں تمہیں روکوں پھر تمہاری مخالفت کرتے ہوئے وہ خود کروں' ایسا نہیں ہوسکتا۔

لہٰذا ایک داعی کے لئے دعوت پر عمل کرنے اور جس برائی سے روکے اس سے خود رکنا بھی ضروری ہے،تاکہ دعوت موثر ہو۔

یہ بہترین اسالیب و انداز حضرت شعیبؑ نے اختیار فرماتے ہوئے اپنی قوم کو ایمان واخلاق کی طرف بلایا،توبہ واستغفار کی دعوت دی۔لیکن نتیجہ حاصل نہ ہوا،آپ کی دعوت قبول کرنے سے قوم نے انکار کر دیا۔قوم نے قبول حق کے بجائے حضرت شعیبؑ کو بستی سے نکالنے کی دھمکی دی۔ارشاد باری ہے:

ان کی قو کے متکبر سرداروں نے کہا کہ اے شعیب! ہم آپ کو اور جو آپ کے ہمراہ ایمان والے ہیں ان کو اپنی بستی سے نکال دیں گے الا یہ کہ تم ہمارے مذہب میں پھر آجاؤ،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شعیب (علیہ السلام) نے جواب دیا کہ کیا ہم تمہارے مذہب میں آجائیں گو ہم اس کو مکروہ سمجھتے ہوں! پھر تو ہم اللہ تعالیٰ پر جھوٹی تہمت لگانے والے ہو جائیں گے اگر ہم تمہارے دین میں آجائیں اس کے بعد کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو اس سے نجات دی اور ہم سے ممکن نہیں کہ تمہارے مذہب میں پھر آجائیں۔ لیکن ہاں یہ کہ اللہ ہی نے، جو کہ ہمارا ملک ہے، مقدر کیا ہو، ہمارے رب کا علم ہر چیز کو محیط ہے، ہم اللہ ہی پر بھروسہ کرتے ہیں۔ اے ہمارے پروردگار ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان حق کے موافق فیصلہ کر دے اور تو سب سے اچھا فیصلہ کرنے والا ہے" (الاعراف:88-89)

ان سرداروں کے تکبر و سرکشی کا اندازہ کیجئے کہ انہوں نے ایمان و توحید کی دعوت کو ہی رد نہیں کیا بلکہ اس سے بھی تجاوز کر کے اللہ کے پیغمبر اور اس پر ایمان لانے والوں کو دھمکی دی کہ یا تو اپنے آبائی مذہب پر واپس آجاؤ نہیں تو ہم تمہیں وہاں سے نکال دیں گے، اہل ایمان کے اپنے سابق مذہب کی طرف واپس کی بات کرنا تو قابل فہم ہے، کیونکہ انہوں نے کفر چھوڑ کر ایمان اختیار کیا تھا لیکن حضرت شعیبؑ کو بھی ملت آبائی کی طرف لوٹنے کی دعوت اس لحاظ سے تھی کہ وہ انہیں بھی نبوت اور تبلیغ و دعوت سے پہلے اپنا ہم مذہب ہی سمجھتے تھے، گو حقیقت ایسا نہ ہو یا بطور تغلیب انہیں بھی شامل کر لیا ہو۔

داعی کے لئے حضرت شعیبؑ کی سیرت سے رہنمائی:

(1) دعوت کی کامیابی کے لئے بہترین کردار و عملی نمونہ: ایک مبلغ کے لئے ضروری ہے کہ وہ سیرت و کردار کے اعتبار سے بہتر و اعلیٰ ہوں اور اس کی زندگی کے تمام پہلوؤں میں دعوت کی جھلک نظر آئے۔

جیسے حضرت شعیبؑ نے قوم سے فرمایا "میرا یہ ارادہ نہیں ہے کہ تمہارے خلاف جاتے ہوئے خود اس چیز کی طرف جھک جاؤں، جس سے تمہیں روک رہا ہوں" (ہود:88) یعنی جس چیز سے میں تمہیں روکوں، تمہارے خلاف ہو کر، وہ میں خود کروں، ایسا نہیں ہو سکتا، لہٰذا ایک داعی کے لئے ضروری ہے کہ جس بھلائی و خیر کی طرف لوگوں کو بلائے خود پوری کوشش کرے کہ اس پر عمل پیرا ہو اور جس برائی سے لوگوں کو روکے تو خود لازماً اس سے بچ جائے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں عائشہؓ فرماتی ہیں: ''فان خُلُقَ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان القرآن (3) ان کا اخلاق قرآن تھا یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت (اخلاق) کو دیکھنا ہو تو قرآن کا مطالعہ کیجئے۔

ایک داعی کے لئے ضروری ہے کہ وہ بہترین نمونہ (اسوہ حسنہ) اخلاق پیش کرے اور ذاتی اصلاح کی کوشش ہر وقت جاری رکھے۔

ہارون رشید نے اپنے بیٹے کے استاد و مربی کو نصیحت کرتے ہوئے کہا: امیر المومنین کے بچوں کی تربیت و اصلاح سے پہلے اے معلم! اپنی اصلاح کر اس لئے کہ شاگردوں کے سامنے اساتذہ جو کچھ بھی کرتے ہیں ان کے لئے اس میں ایک رہنمائی ہوتی ہے۔ اس لئے کہ استاد جو کام بھی کرتا ہے بچوں کے نزدیک وہ نمونہ ہوتا ہے اور جو کام استاد ترک کرتا ہے وہ ان بچوں کے نزدیک برا ہوتا ہے(4)

امام عبدالرحمٰن ابن الجوزی اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہتے ہیں: احتیاط کرنا کہیں صرف علم حاصل کر کے عمل نہ چھوڑ بیٹھنا۔ امراء و حکمرانوں کے پاس زیادہ آنے جانے سے عمل میں کوتاہی آتی ہے اور انسان علم کے مطابق عمل نہیں کر سکتا۔ پھر یہ بھی یاد رکھنا کہ جس قدر تم علم سے فائدہ اٹھاؤ گے مخاطبین اسی قدر مستفیض ہوں گے۔

اور جب واعظ (مبلغ) علم کے مطابق عمل نہیں کرتا اس کی دعوت سے دوسرے متاثر نہیں ہوتے[۵]

2۔ معاشرتی (اجتماعی) برائی سے آگاہ ہونا اور اس کا علاج: ایک مبلغ کو جس معاشرے میں رہنا ہوتا ہے اس کے لئے اس کی خرابیوں کا علم حاصل کرنا ضروری ہوتا ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے جب دعوت دین کا کام شروع کیا تو انہوں نے سب سے ایک اہم معاشرتی و معاشی خرابی کی نشاندہی کی اور اس کے لئے علاج بھی بتلایا۔ ان بیماریوں میں سے سب سے بڑی بیماری ناپ تول میں کمی، رشوت، چور بازاری اور محصول چونگی وغیرہ کا سلسلہ تھا۔ ان سے سختی اور نرمی کے ساتھ لوگوں کو روکا۔ معاشی طور پر حلال کھانے کی تاکید کی۔

آج بھی ہمارے معاشرے کے اندر اسی قسم کی کتنی خرابیاں ہیں۔ ان کے بارے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں مکمل معلومات حاصل کرنا اور بہترین انداز سے ان برائیوں کو جڑ سے کاٹنا داعی کے لئے ضروری ہے۔ برائی سے روکنے کے لئے انداز بہت ہی حکیمانہ ہونا چاہئے جیسے ایک معالج (طبیب) کسی مریض کے لئے علاج تجویز کرتا ہے اسی طرح ایک داعی کو بہت ہی محتاط انداز میں باطنی بیماریوں کا علاج سوچنا چاہئے۔

حضرت علی نے فرمایا: لوگوں کو ان کی سمجھ کے مطابق بات کرو اور ان کی سمجھ سے بالاتر بات نہ کرو۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ لوگ اللہ اور رسول کو جھٹلائیں۔

قرآن مجید کو بھی اللہ تعالیٰ نے تقریباً تیرہ سال کی مدت میں حسب ضرورت نازل فرمایا۔

آج بھی اس بات کی ضرورت ہے کہ مسلمانوں میں ایسے مخلص مبلغین ہوں جو قرآن وسنت کو صحیح انداز میں سمجھ لیں اور قرآن وسنت کی تعلیم کو بہتر انداز میں پیش بھی کرسکیں۔ اور بہت ہی نرم انداز میں دین کی دعوت دے سکیں۔ لوگوں کے دلوں میں اسلام کے بارے میں رغبت پیدا کرسکیں۔ نہ کہ درشت اور مغرورانہ طرز عمل اختیار کر کے لوگوں کو متنفر کردیں۔

بے شک ایک مبلغ کے لئے بڑی حکمت ودانائی کا مالک ہونا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے! ''دمن یُوت الحکمة فقد اوتی خیرا کثیرا۔ و ما یذکرا اولوا الالباب'' (البقرہ:269)

اور جو شخص حکمت اور سمجھ بوجھ دیا جائے وہ بہت ساری بھلائی دیا گیا۔

حکمت سے بعض کے نزدیک، عقل وفہم اور بعض کے نزدیک اصابت رائے ہے۔ بعض کے نزدیک قرآن کے ناسخ ومنسوخ کا علم وفہم اور قوت فیصلہ اور بعض کے نزدیک صرف سنت یا کتاب وسنت کا علم وفہم ہے۔ یہ سارے مفہوم اس کے مصداق میں شامل ہوسکتے ہیں۔

3۔ عبادات کا وسیع مفہوم: اسلام دین بھی ہے سیاست بھی ہے، عقیدہ بھی ہے اور شریعت بھی۔ اسلام عقائد سے لیکر عبادات ومعاملات واخلاقیات پر محیط ہے۔ اسلامی تعلیمات

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عقیدے کی حفاظت کرتی ہیں اور ساتھ ساتھ اجتماعی امور کی طرف بھی رہنمائی کرتی ہیں۔

حضرت شعیبؑ کو ان کی قوم نے کہا تھا کہ صلاۃ (نماز، دین، عبادات) جو ذاتی کام ہے اس کے ذریعے تم ہم پر مالی تصرفات میں پابندی لگاتے ہو۔ قرآن کا ارشاد ہے ''کیا تیری صلاۃ تجھے یہی حکم دیتی ہے کہ ہم اپنے باپ دادوں کے معبودوں کو چھوڑ دیں اور ہم اپنے مالوں میں جو کچھ چاہیں اس کا کرنا بھی چھوڑ دیں۔ تو تو بڑا ہی باوقار اور نیک چلن آدمی ہے!'' (ہود:87)

اس سے مراد بعض مفسرین کے نزدیک زکوٰۃ وصدقات ہیں جس کا حکم آسمانی مذہب میں دیا گیا ہے۔ اللہ کے حکم سے زکوٰۃ وصدقات کا اخراج، اللہ کے نافرمانوں پر نہایت شاق گزرتا ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ جب ہم اپنی محنت ولیاقت سے مال کماتے ہیں تو اس کے خرچ کرنے یا نہ کرنے میں ہم پر پابندی کیوں ہو؟ اور اس کا کچھ حصہ ایک مخصوص معرکے کے لئے نکالنے پر ہمیں مجبور کیوں کیا جائے؟ اسی طریقے سے کمائی اور تجارت میں حلال وحرام اور جائز وناجائز کی پابندی بھی ایسے لوگوں پر نہایت گراں گزرتی ہے۔ ممکن ہے ناپ تول میں کمی سے روکنے کو بھی انہوں نے اپنے مالی تصرفات میں دخل در معقولات سمجھا ہو اور ان الفاظ میں اس سے انکار کیا ہو۔ دونوں ہی مفہوم اس کے صحیح ہیں۔

لہٰذا اسلام نے عبادت کا مفہوم جو دیا ہے وہ بہت وسیع ہے۔ عقائد کے بعد پوری زندگی گزارنے کے لئے ساری باتوں کی ہدایت ورہنمائی کی ہے حقوق وفرائض کی تفصیلات موجود ہیں۔ خاندان سے لیکر بین الاقوامی مسائل کی تفصیلات اسلام میں موجود ہیں۔

معاشرتی، معاشی، اجتماعی اور سیاسی امور کے متعلق تفصیلی ہدایات اسلام میں موجود ہیں۔ ایک شخص عقیدہ صحیح کے ساتھ فرائض کی پابندی کرتا ہے اور نیک نیتی کے ساتھ دنیاوی کاموں میں مشغول ہوتا ہے تو وہ بھی اجر کا مستحق ہوتا ہے۔ قرآن حکیم کا ارشاد ہے: ''یہ ایک ایسی کتاب ہے کہ اس کی آیتیں محکم کی گئی ہیں۔ پھر صاف صاف بیان کی گئی ہیں۔ ایک حکیم باخبر کی طرف سے'' (ہود:1)

یعنی الفاظ ونظم کے اعتبار سے اتنی محکم اور پختہ ہیں کہ ان کی ترکیب اور معنی میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوئی خلل نہیں، پھر اس میں احکام وشرائع، مواعظ وقصص، عقائد وایمانیات اور آداب اخلاق جس طرح وضاحت اور تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں، پچھلی کتابوں میں اس کی نظیر موجود نہیں۔

حوالہ جات

[۱] ابن کثیر: البدایۃ والنھایۃ، 1/185

[۲] جامع البیان (تفسیر طبری)، 12/100، مصر 1954ء

[۴] بحوالہ جمعہ علی الخولی: تاریخ الدعوۃ، 1/255

[۵] بحوالہ جمعہ علیہ الخولی: تاریخ الدعوۃ، 1/256

[۶] البخاری مع فتح الباری، کتاب العلم، باب من خص بالعلم قوما دون قوم، 1/225

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت ایوب علیہ السلام

ان کا ذکر مبارک قرآن مجید کی چند سورتوں میں آیا ہے۔

سورۃ النساء:163 آیت الانعام:84 الانبیاء:84,83 سورۃ ص: 41 تا 44

حضرت ایوب علیہ اسلام پر امتحان و آزمائش کا ایک سخت مرحلہ پیش آیا تھا اور مصائب و آلام نے انہیں ہر چار سمت گھیر لیا تھا، مگر وہ صبر و شکر کے سوا حرف شکایت تک زبان پر نہیں لائے۔ اللہ کی جناب میں اپنا وہی عبدیت کا تعلق برقرار رکھا بلکہ کچھ اور ہی خشوع و خضوع کو اپناتے چلے گئے اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت میں انہیں ڈھانک لیا اور مصائب و آلام کے بادل دور کر کے ان کو اپنی فضل وعطا سے مالا مال کر دیا اور ان کی تعریف فرمائی کہ "وہ بہت ہی اچھا بندہ تھا ہماری طرف کثرت سے رجوع کرنیوالا، (سورۃ ص، 44)

حضرت ایوبؑ کی شخصیت اور حالات زندگی سے مزید آگاہی اور تعارف کے لئے ملاحظہ ہو، پیغمبرانہ منہاج دعوت[1]

علامہ ابن کثیر کے مطابق: حضرت ایوبؑ بہت ہی صاحب ثروت شخص تھے ان کے ہاں ہر قسم کی نعمت تھی مال مویشی، غلام ونوکر اور وسیع اراضی کے مالک تھے اللہ تعالیٰ نے آپ سے ان تمام نعمتوں کو چھین لیا اور ان کو سخت ترین جسمانی بیماری میں مبتلا فرمایا، اعضاء جسم میں سے صرف دل اور زبان صحیح رہی باقی تمام جسم بے کار ہو گیا۔ پھر بھی اللہ کا ذکر صبح و شام کرتے رہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف کی تو کہا "نعم العبد" (کیا ہی خوب بندہ!) [2]

ایوبؑ دوران بیماری یہ دعا کیا کرتے تھے: "انی مسنی الضر وانت ارحم الراحمین" (الانبیاء:83)

مجھے یہ بیماری لگ گئی ہے اور تو رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اٹھارہ سال کی آزمائشوں کے بعد دعا قبول کی اور صحت کے ساتھ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مال واولاد، پہلے سے دوگنا عطا فرمائے، جزع وفزع صبر کے منافی ہے۔ جس کا اظہار ایوبؑ نے کبھی نہیں کیا۔ البتہ دعا صبر کے منافی نہیں۔ جو وہ کرتے رہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے ''ہم نے قبول کرلی'' کے الفاظ استعمال فرمائے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''تو ہم نے اس کی سن لی اور جو دکھ انہیں تھا اسے دور کر دیا اور اس کو اہل و عیال عطا فرمائے بلکہ ان کے ساتھ ویسے ہی اور، اپنی خاص مہربانی سے تاکہ سچے بندوں کے لئے سبب نصیحت ہو، (الانبیاء:84)

حضرت ایوبؑ کی سیرت سے حاصل شدہ عبرتیں ونصائح: انسانی زندگی اور یہ دنیا امتحان وابتلاء کا مقام ہے۔ جزاء وحساب کا نہیں۔ اللہ رب العزت بندوں کو مختلف انداز سے آزماتا ہے، مصیبت دے کر یا مشکلات و پریشانی میں مبتلا کر کے، جیسے فرمان الٰہی ہے: ہر جان دار موت کا مزہ چکھنے والا ہے ہے۔ ہم بطریق امتحان تم میں سے ہر ایک کو برائی بھلائی میں مبتلا کرتے ہیں۔ اور تم سب ہماری طرف لوٹائے جاؤ گے'' (الانبیاء:35)

یعنی کبھی مصائب وآلام سے دوچار کر کے، کبھی دنیا کے بے شمار وسائل سے بہرہ ور کر کے، کبھی صحت وفراخی کے ذریعے سے اور کبھی تنگی وبیماری کے ذریعے سے کبھی تونگری دیگر اور کبھی فقر وفاقہ میں مبتلا کر کے ہم اسی طرح آزماتے ہیں تاکہ ہم دیکھیں کہ شکر گزاری کون کرتا ہے اور ناشکری کون؟ صبر کون کرتا ہے اور ناصبری کون؟ صبر وشکر، یہ رضائے الٰہی کا اور ناصبری اور کفران نعمت غضب الٰہی کا موجب ہیں۔

دنیا میں فراخی وکشائش اللہ کے ہاں مقبول ہونے کی علامت نہیں اور تنگدستی اور بیماری وشدت میں مبتلا ہونا اللہ کے ہاں غیر مقبول بندہ ہونے کی علامت نہیں۔ اگر یہی بات ہوتی تو اللہ تعالیٰ کافر کو پانی کی بوند بھی نہ پلاتا بلکہ اللہ کا قول ہے ''یہ مہلت تو اس لئے ہے کہ وہ گناہوں میں اور بڑھ جائیں'' (آل عمران: 178) اس آیت میں اللہ کے قانون امہال (مہلت دینے) کا بیان ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ اپنی حکمت ومشیت کے مطابق کافروں کو مہلت عطا فرماتا ہے۔ وقتی طور پر انہیں دنیا کی فراغت وخوش حالی سے، فتوحات سے اور مال واولاد سے نوازتا ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ ان پر اللہ کا فضل ہو رہا ہے اگر اللہ کی نعمتوں سے فیض یاب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہونے والے نیکی اور اطاعت الٰہی کا راستہ اختیار نہیں کرتے تو یہ دنیوی نعمتیں فضل الٰہی نہیں، مہلت الٰہی ہے۔ جس سے ان کے کفر وفسق میں اضافہ ہی ہوتا ہے۔ بالآخر وہ جہنم کے دائمی عذاب کے مستحق قرار پا جاتے ہیں۔ اس مضمون کو اللہ تعالیٰ نے اور بھی کئی مقامات پر بیان کیا ہے مثلاً ملاحظہ ہو (المومنون: 55-56 الزخرف: 33-35، آل عمران: 142، البقرہ: 214)

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان بھی ہے کہ سب سے زیادہ سخت امتحان انبیاء علیہم السلام کا ہوتا ہے، پھر جس قدر اللہ کا مقرب بندہ ہوتا ہے اسی اعتبار سے اللہ سخت امتحان لیتا ہے [۳]

حضرت ایوب علیہ اسلام کا امتحان بھی صرف ان کے درجات میں اضافہ کرنے کے لئے لیا گیا تھا تاکہ ان کو "نعم العبد انہ اواب" کے اعزاز سے نوازا جائے۔

ابن الجوزیؒ لکھتے ہیں: جو دنیا کے سمندر میں غوطہ زن ہو اور یہ جان لے کہ موجوں کے ساتھ کس قدر مقابلہ کرنا ہے اور جان لے کر ان مشکلات کا کیونکر مقابلہ کرنا ہے تو اس کے لئے مصیبتیں اور آزمائشیں آسان ہو جاتی ہیں۔ ایسا شخص دنیاوی فراخی پر زیادہ اتراتا بھی نہیں۔ [۴]

حسن البصری کا فرمان ہے: بعض لوگوں کو جب اللہ تعالیٰ انعام واکرام سے نوازتا ہے تو وہ اسراف کرتا ہے مگر جب آزمائش میں مبتلا کیا جائے تو سیدھی راہ پر آجاتا ہے۔ [۵]

ابن ابی الدنیا نے حضرت شریح سے یہ بات نقل کی ہے: جب مجھ پر کوئی مصیبت آن پڑتی ہے تو میں چار مرتبہ اللہ کی تعریف بیان کرتا ہوں اور اس کا شکر ادا کرتا ہوں۔

پھر یہ بھی یاد رکھئے کہ جو بھی فیصلہ اللہ کی طرف سے ہو اس میں خیر اور بھلائی ہے۔

حضرت شیبانؒ نے حضرت سفیانؒ سے فرمایا: اے سفیان! اگر اللہ کی طرف سے کوئی چیز روک دی جائے تو سمجھ لو کہ یہ اللہ کا انعام ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اگر کسی سے کوئی چیز روکتا ہے تو بخل کی وجہ سے نہیں بلکہ لطف وکرم کی بنیاد پر"۔ [۶]

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤدؑ کو وحی کی کہ: اے داؤدؑ آزمائش کے وقت صبر کر اللہ کی طرف سے مدد آئیگی" [۷]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ کی خصوصی عنایت: ایوبؑ نے بیماری کی حالت میں ناراض ہو کر کسی کو مارنے کی قسم کھائی تھی (روایات یہ ہیں کہ بیوی کو مارنے کی قسم کھائی تھی) اس قسم میں انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ تجھے سو کوڑے ماروں گا۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان کو صحت عطا فرمادی اور حالت مرض کا وہ غصہ دور ہو گیا جس میں یہ قسم کھائی تھی تو ان کو یہ پریشانی لاحق ہوئی کہ قسم پوری کرتا ہوں تو خواہ مخواہ ایک بے گناہ کو مارنا پڑے گا اور قسم توڑتا ہوں تو یہ بھی گناہ کا ارتکاب ہے۔ اس مشکل سے اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسے نکالا کہ انہیں حکم دیا ایک جھاڑو لو جس میں اتنے ہی تنکے ہوں جتنے کوڑے تم نے مارنے کی قسم کھائی تھی، اور اس جھاڑو سے اس شخص کو بس ایک ضرب لگا دو تا کہ تمہاری قسم بھی پوری ہو جائے اور اسے ناروا تکلیف بھی نہ پہنچے [9]

اللہ تعالیٰ کی یہ خصوصی عنایت تھی کہ ایوب کے لئے سہولت پیدا کی اور انہیں اس پریشانی سے نکالا جو قسم کے پورا کرنے کے سلسلے میں انہیں لاحق تھی۔ قرآن نے اس تدبیر کو ان الفاظ میں نقل کیا ہے:

"وخذ بيدك ضغثا فاضرب و لا تحنث انا و جدناه صابرا نعم العبد انه اداب" (ص:44)

اور اپنے ہاتھ میں تنکوں کا ایک مٹھا (جھاڑو) لے کر مار دے اور قسم کے خلاف نہ کر، سچ تو یہ ہے کہ ہم نے اسے بڑا صابر بندہ پایا وہ کیا ہی عمدہ بندہ تھا، بے شک وہ بڑی ہی رغبت رکھنے والا تھا۔

یہ رعایت کیا صرف حضرت ایوبؑ کے ساتھ خاص تھی یا دوسروں کے لئے بھی اس میں حجت (دلیل) ہے؟

ہاں اگر نیت ضرب شدید کی نہ کی ہو تو اس طرح عمل کیا جا سکتا ہے۔ ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایک معذور کمزور زانی کو سو کوڑوں کی جگہ سو تنکوں والی جھاڑو مار کر سزا دی۔ [۱۰]

حیلہ شرعی: حضرت ایوبؑ کو جو حیلہ بتایا گیا تھا وہ کس فرض سے بچنے کے لئے نہیں بلکہ ایک زیادتی (برائی) سے بچنے کے لئے بتایا گیا تھا۔ لہٰذا شریعت اسلامی میں صرف وہی حیلے جائز

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوں گے جو آدمی اپنی ذات سے یا کسی دوسرے شخص سے ظلم و گناہ اور برائی کو دفع کرنے کے لئے اختیار کرے ورنہ حرام کو حلال کرنے یا فرائض کو ساقط کرنا یا نیکی سے بچنے کے لئے حیلہ سازی گناہ ہی نہیں گناہ در گناہ ہوگا۔ مثلاً ایک شخص زکوٰۃ سے بچنے کے لئے سال ختم ہونے سے پہلے اپنا مال اپنی بیوی کی ملکیت میں منتقل کر دیتا ہے اور جب اگلا سال ختم ہونے کو قریب ہو تو بیوی شوہر کو ہبہ کر دیتی ہے اس طرح دونوں پر زکوٰۃ واجب نہ ٹھہری۔ ایسا حیلہ بالکل ہی حرام و ناجائز ہے ایسا کرنے والا سخت گناہ گار ہے۔ ایسے حیلوں سے بچنا چاہئے۔

ذکری: (اللہ تعالیٰ کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے) انسان کو نہ اچھے حالات میں اللہ تعالیٰ کو بھولنا چاہئے اور نہ برے حالات میں اس سے مایوس ہونا چاہئے۔ اچھائی اور برائی سب اللہ وحدہ لاشریک کے قبضہ و اختیار میں ہے۔

انسان تقدیر کی گرفت میں ہے اور اس کا پابند ہے، لیکن اللہ تعالیٰ تقدیر کا نہ پابند ہے اور نہ مجبور وہ چاہے تو انسان کے برے حالات کو بہترین حالات میں بدل دے اور چاہے تو بہترین حالات کو برے حالات میں بدل دے۔

اس لئے انسان کو ہر حال میں اللہ پر اعتماد اور توکل کرنا چاہئے سیدنا ایوبؑ نے اپنے ناموافق حالات میں نہ صرف اپنا تعلق برقرار رکھا بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف بار بار کثرت سے رجوع کرتے رہے، اس کے صلہ میں ان کے اہل و عیال کو نہ صرف واپس دیا گیا بلکہ دو چند اور دیا گیا اور اس عطا کے بعد قرآن حکیم نے یہ درس دیا کہ اللہ تعالیٰ کے اس دو چند فضل و کرم میں ہر عقل والے کے لئے نصیحت ہے ارشاد باری ہے۔ ''ہم نے ایوب کو ان کے اہل و عیال عطا کئے اور ان کے ساتھ اتنے ہی اور دیئے اپنی رحمت کے طور پر اور نصیحت (یادگار) کے طور پر عقل والوں کے لئے'' (ص:43)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حوالہ جات

[۱] خالد علوی: پیغمبرانہ منہاج دعوت، 273-283

ہدایت کے چراغ، 2/86-88

[۲] البدایۃ والنہایۃ، 1/220

[۳] الترمذی، کتاب الزھد، باب الصبر علی البلاء 4/601-602

[۴] صید الخاطر، ص 163

[۵] صید الخاطر، ص 135

[۶] ابو عبداللہ حنبلی: تسلیۃ اھل المصائب، ص 18

[7] صید الخاطر، 277

[8] ابن حبان: روضۃ العقلاء، 156

[9] مودودی: تفہیم القرآن، 4/341

[10] ابن ماجہ، کتاب الحدود، باب الکبیر والمریض یجب علیہ الحد، 2/121

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت موسیٰ علیہ السلام

قرآن مجید نے جن انبیاء علیہم السلام کو اولوالعزم کہا ہے ان میں موسیٰ کی شخصیت نمایاں ہے، قرآن کی چھتیس سورتوں میں ان کا ذکر آیا ہے۔ موسیٰ کی شخصیت ایک معجزانہ شخصیت ہے اللہ تعالیٰ کا یہ لاڈلا نبی قدم قدم پر تائید الٰہی سے بہرہ ور ہوتا دکھائی دیتا ہے۔ چونکہ ان کی دعوتی ذمہ داریاں منفرد نوعیت کی تھیں۔ اس لئے تائید ایزدی کے تجربے بھی اسی نوعیت کے تھے۔ یوں تو تمام انبیاء علیہم السلام کا دعوت میں اللہ تعالیٰ کی خصوصی توجہ کا مرکز رہے ہیں لیکن موسیٰ کو اس توجہ کا کچھ زیادہ ہی حصہ نصیب ہوا۔ ان کی ذاتی زندگی اور ان کے کار دعوت میں نصیحت و ہدایت کا بڑا سامان موجود ہے۔[۱]

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تفصیلی حالات زندگی اور تاریخ پڑنے کے لئے ملاحظہ ہو۔[۲]

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا لقب ''کلیم اللہ'' ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ''اے موسیٰ میں نے پیغمبری اور اپنی ہمکلامی سے اور لوگوں پر تم کو امتیاز دیا ہے سو جو کچھ تم کو میں نے عطا کیا ہے اس کو لو اور شکر کرو'' (الاعراف: 144)

حضرت موسیٰؑ کی دعوت کی بنیاد: خالص توحید کی طرف دعوت دی۔ عبادت صرف اللہ کے لئے خاص کرنے کی ترغیب دلائی اور اسی سے ربط کامل قائم کرنے کی تاکید کی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ''اور ہم نے بنی اسرائیل سے وعدہ لیا کہ تم اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے کی عبادت نہ کرنا'' (البقرہ: 83) (مزید دیکھئے المائدہ: 12)

2۔ قوم کو انعامات الٰہی کی یاددہانی: بنو اسرائیل کو اس بات کی یاددہانی کرائی کہ اللہ تعالیٰ نے تم سے انبیاء و رسل مبعوث کئے اور تمہیں عزت و انعام سے نوازا لہٰذا اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، فرمان الٰہی ہے ''اور یاد کرو (جو) موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا، اے میری قوم کے لوگو اللہ تعالیٰ کے اس احسان کا ذکر کرو اس نے تم میں سے پیغمبر بنائے اور تمہیں بادشاہ بنا دیا اور تمہیں وہ دیا جو تم عالم میں سے کسی کو نہیں دیا''

(المائدہ: 20)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیشتر انبیاء بنی اسرائیل میں سے ہوئے ہیں جن کا سلسلہ حضرت موسیٰ پر ختم کر دیا گیا اور آخری پیغمبر بنو اسماعیل میں سے ہوئے۔ اسی طرح متعدد بادشاہ بھی بنی اسرائیل میں ہوئے اور بعض نبیوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے ملوکیت (بادشاہت) سے نوازا۔ جیسے حضرت سلیمان۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ نبوت کی طرح ملوکیت (بادشاہت) بھی اللہ کا انعام ہے، جسے علی الاطلاق برا سمجھنا بہت بڑی غلطی ہے۔ اگر ملوکیت بری چیز ہوتی تو اللہ تعالیٰ کسی نبی کو بادشاہ بناتا نہ اس کا ذکر انعام کے طور پر فرماتا۔ بہر حال ملوکیت یا شخصی حکومت، اگر بادشاہ اور حکمران عادل و متقی ہو تو جمہوریت سے ہزار درجے بہتر ہے۔

جن انعامات سے بنی اسرائیل نوازے گئے۔ ان میں من وسلویٰ کا نزول، بادلوں کا سایہ کرنا، فرعون سے نجات کے لئے دریا سے راستہ بنا دینا وغیرہ ہیں، اسی لحاظ سے یہ قوم اپنے زمانے میں فضیلت اور اونچے مقام کی حامل تھی۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے اس احسان کا تذکرہ فرمایا۔

3 ۔ پرہیز گاروں کے لئے روئے زمین پر اقتدار و اختیار دینے کا الٰہی وعدہ:

اللہ تعالیٰ کا پرہیز گاروں کیلئے اس زمین پر اقتدار و انعام کا وعدہ ہے۔ اگر تقویٰ کا حق ادا نہ کرے تو ان سے اختیار و اقتدار کا سلب کرنے کی وعید بھی نازل فرمائی۔ موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا اللہ تعالیٰ کا سہارا حاصل کرو اور صبر کرو۔ یہ زمین اللہ تعالیٰ کی ہے۔ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے وہ مالک بنا دے اور آخر کامیابی انہی کی ہوتی ہے جو اللہ سے ڈرتے ہیں جب فرعون کی طرف سے دوبارہ اس ظلم کا آغاز ہوا تو حضرت موسیٰ نے اپنی قوم کو اللہ سے مدد حاصل کرنے اور صبر کرنے کی تلقین کی اور تسلی دی کہ اگر تم صحیح رہے تو زمین کا اقتدار بالآخر تمہیں ہی ملے گا۔

چونکہ بنی اسرائیل عرصہ دراز سے فرعونی استبداد کے شکار رہے۔ اس لئے ان میں حق کے لئے جہاد کرنے اور برائی کا مقابلہ کرنے کی جرات نہیں رہی تھی۔ قوم موسیٰ نے کہا: ''اے موسیٰ وہاں زور آور سرکش لوگ ہیں اور جب تک وہ وہاں سے نکل نہ جائیں ہم تو ہرگز وہاں نہ جائیں گے (ہاں اگر وہ وہاں سے نکل جائیں پھر تو ہم (بخوشی) چلے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائیں گے'' (المائدۃ:22)

بنو اسرائیل عمالقہ کی بہادری کی شہرت سے مرعوب ہو گئے اور پہلے مرحلے پر ہمت ہار بیٹھے اور جہاد سے دست بردار ہو گئے۔ اللہ کے رسول حضرت موسیٰ کے حکم کی کوئی پرواہ کی اور نہ اللہ تعالیٰ کے وعدہ نصرت پر یقین کیا۔ بلکہ وہاں بغرض جہاد جانے سے صاف انکار کر دیا۔

اس سے بڑھ کر بزدلی اور کمزوری اور بے پرواہی کا مظاہر کیا ہوگا۔ قرآن ہمیں بتاتا ہے کہ قوم موسیٰ نے کہا: ''تم اور تمہارا رب جا کر دونوں ہی لڑ بڑھ ہم یہیں بیٹھے ہوئے ہیں'' (المائدہ:24) بنی اسرائیل نے بدترین بزدلی، سوءادبی اور تمرد و سرکشی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا کہ تو (موسیٰ) اور تیرا رب جا کر لڑے۔ اس کے برعکس جنگ بدر کے موقع پر رسول اللہ نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا تو انہوں نے قلت تعداد اور قلت وسائل کے باوجود جہاد میں حصہ لینے کے لئے بھرپور عزم کا اظہار کیا اور یہ بھی کہا کہ ''یا رسول اللہ! ہم آپ کو اس طرح نہیں کہیں گے جس طرح قوم موسیٰ نے موسیٰ کو کہا تھا'' [3]

اللہ تعالیٰ نے بطور سزا ان کو میدان ''تیہ'' میں چالیس سال تک سرگرداں و پریشان رکھا اس کے باوجود اس میدان میں ان پر من وسلویٰ کا نزول ہوا۔

دروس وعبر:

(1) اسلوب میں نرمی و بہتر انداز اختیار کرنا: اللہ رب العزت نے حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کو فرعون کی طرف دعوت دینے کے لئے بھیجا تو فرمایا: اسے نرمی سے سمجھاؤ کہ شاید وہ سمجھ لے یا ڈر جائے'' (طہٰ:44)

یہ وصف بھی داعیان کے لئے بہت ضروری ہے کیونکہ سختی سے لوگ بدکتے ہیں اور بھاگتے ہیں اور نرمی سے قریب آتے اور متاثر ہوتے ہیں اگر وہ ہدایت قبول کرنے والے ہوں۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ایک اور مقام پر فرمایا ''اپنے رب کی راہ کی طرف لوگوں کو حکمت اور بہترین نصیحت کے ساتھ بلایئے اور ان سے بہترین طریقہ سے گفتگو کیجئے'' (النحل:125)

اس میں تبلیغ و دعوت کے اصول بیان کئے گئے ہیں جو حکمت، موعظہ حسنہ اور رفق و

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ملائمت پر مبنی ہیں، جدال بالاحسن، درشتی اور تلخی سے بچتے ہوئے نرم ومشفقانہ لب ولہجہ اختیار کرنا چاہئے۔

اسی لئے قرآن مجید نے اس اسلوب کی طرف بار بار تاکید کی ہے، ایک جگہ فرمایا ''نیکی اور بدی برابر نہیں ہوتی، برائی کو بھلائی سے دفع کرو پھر وہی جس کے اور تمہارے درمیان دشمنی ہے ایسا ہو جائے گا، جیسے دلی دوست'' (حم السجدہ (فصلت):34)

یہ ایک بہت ہی اہم اخلاقی ہدایت ہے کہ برائی کو اچھائی کے ساتھ ٹالو، یعنی برائی کا بدلہ احسان کے ساتھ، زیادتی کا بدلہ عفو کے ساتھ، غضب کا صبر کے ساتھ، بے ہودگیوں کا جواب چشم پوشی کے ساتھ اور مکروہات (ناپسندیدہ باتوں) کا جواب برداشت اور حلم کے ساتھ دیا جائے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تمہارا دشمن دوست بن جائے گا، دور دور رہنے والا قریب ہو جائیگا اور خون کا پیاسا تمہارا گرویدہ اور جانثار ہو جائے گا''

مزید آیات ملاحظہ ہو (آل عمران:159، الفرقان:63، البقرہ:109، الجاثیۃ:14)

اگر کسی کے ساتھ سختی سے پیش آیا جائے، بدکلامی کی جائے اور اس کے جذبات کو ٹھیس پہنچائی جائے تو وہ قریب آنے اور بات سننے کے بجائے دشمنی، عداوت اور ہٹ دھرمی پر اتر آتا ہے، اسی لئے نبی پاک بھی ہمیشہ نرم انداز سے لوگوں کو دعوت دیتے تھے۔

ایک شخص نبی پاک ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے زنا کی اجازت مانگی۔ لوگوں نے اس کو ڈانٹ پلانا شروع کیا تو آپ ﷺ نے اس کو اپنے پاس بٹھایا اور فرمایا: کیا تم اپنی ماں کے ساتھ زنا کرنا پسند کرو گے؟ اس نے کہا: نہیں یارسول اللہ! اسی طرح پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ بھی تو کسی کی ماں ہے؟ جس کے ساتھ تم بے حیائی چاہتے ہو۔ اسی طرح بہن اور بیٹی کے بارے میں سوال کیا اور پھر آخر میں آپ نے فرمایا یا اللہ اس کے گناہ کو معاف کر اور اس کے دل کو پاک کر اور اس کی عصمت کی حفاظت کر۔ اس کے بعد سے اس نوجوان نے کبھی گناہ (برائی) کا ارادہ نہیں کیا۔[۴]

2- موقع سے فائدہ اٹھا کر لوگوں کے جذبات کو ابھارنا: جب فرعون نے حضرت موسیٰ و ھارون سے سوال کیا کہ: تم دونوں کا رب کون ہے؟: (طہ:49) تو اس موقع کو غنیمت جان کر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا: کہ آسمانوں اور زمین کا رب بلکہ کائنات کا رب ہے۔

اس طرح ان کے جذبات کو ابھارا اور اعلان حق کیا کہ کائنات کا صرف اور صرف ایک ہی مالک و مدبر ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کوئی فلسفیانہ بحث نہیں کی بلکہ کائنات کو گواہ کے طور پر پیش کیا ذرا تفصیل سنیئے: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ''وہ تمہارا اور تمہارے اگلے باپ دادوں کا پروردگار ہے'' (الشعراء:28) پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ''وہی مشرق و مغرب کا اور ان کے درمیان کی تمام چیزوں کا رب ہے اگر تم عقل رکھتے ہو'' (الشعراء:28)

حضرت یوسف علیہ السلام نے بھی موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے قید کے ساتھیوں سے تعبیر خواب سے پہلے اللہ کی وحدانیت کا درس دیا تھا ان کے جذبات کو خیر کی طرف ابھارا تھا۔

لہٰذا ایک مبلغ کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ مناسب مواقع سے فائدہ اٹھائے تاکہ لوگوں تک دین کا پیغام پہنچا سکے۔ خواہ مثبت انداز کی دعوت ہو یا غلط افکار کی تردید ہو۔

نبی پاک ﷺ کے زمانے میں جب سورج گرہن ہوا تو لوگوں نے کہا کہ نبی پاک ﷺ کے صاحبزادے ابراہیم کی موت پر سورج گرھن ہوا ہے اس پر آپ ﷺ نے اس کی تردید کر دی اور فرمایا کہ کسی کی موت وحیات پر سورج گرہن یا چاند گرہن نہیں ہوتے یہ تو اللہ کی نشانیوں میں سے نشانیاں ہیں جب ایسا منظر تمہارے سامنے ہو تو نماز پڑھو اور اللہ سے دعا مانگو۔ یہاں تک کہ یہ ختم ہو جائے۔[۵]

3- ایمان سے انسان کے اندر جرأت پیدا ہوتی ہے: جب کسی کے دل میں ایمان داخل ہو جائے تو وہ تمام دنیا سے بے خطر ہو جاتا ہے وہ بڑا بہادر اور نڈر بن جاتا ہے۔ صرف اللہ کا خوف اس کے دل میں رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ اسے ہر قسم کی آزمائش میں ثابت قدمی کی توفیق دیتا ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ جب فرعون کے جادوگروں کے دل میں ایمان داخل ہوا تو بے یقینی یقین میں بدل گئی۔ خوف امن میں، بے اطمینانی اطمینان قلبی میں۔

ایمان لانے پر فرعون نے انہیں ڈرایا دھمکایا اور کہا کہ کیا میری اجازت سے پہلے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہی تم اس پر ایمان لے آئے؟ یقیناً یہی تمہارا وہ بزرگ ہے جس نے تم سب کو جادو سکھایا ہے، (سن لو) میں تمہارے ہاتھ پاؤں الٹے سیدھے کٹوا کر تم سب کو کھجور کے تنوں میں سولی پر لٹکوا دوں گا اور تمہیں پوری طرح معلوم ہو جائے گا کہ ہم میں سے کس کی مار زیادہ سخت اور دیرپا ہے"۔

تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ ناممکن ہے کہ ہم تجھے ان دلیلوں پر ترجیح دیں جو ہمارے سامنے آ چکیں اور اس اللہ پر جس نے ہمیں پیدا کیا ہے۔ اب تو جو کچھ کرنے والا ہے کر گزرے، تو جو کچھ بھی حکم چلا سکتا ہے وہ اس دنیوی زندگی میں ہی ہے"۔ (طہٰ: 71-72)

یعنی جادوگروں نے کہا کہ اے فرعون تیرے بس میں جو کچھ ہے، وہ کر لے ہمیں معلوم ہے کہ تیرا بس صرف اس دنیا میں چل سکتا ہے، جب کہ ہم جس پروردگار پر ایمان لائے ہیں اس کی حکمرانی تو دنیا و آخرت دونوں جگہوں پر ہے۔ مرنے کے بعد ہم تیری حکمرانی اور تیرے ظلم و ستم سے تو بچ جائیں گے کیونکہ جسموں سے روح نکل جانے کے بعد تیرا اختیار ختم ہو جائے گا لیکن اگر ہم اپنے رب کے نافرمان رہے، تو ہم مرنے کے بعد بھی رب کے اختیار سے باہر نہیں نکل سکتے وہ ہمیں سخت عذاب دینے پر قادر ہے۔ رب پر ایمان لانے کے بعد ایک مومن کی زندگی میں جو عظیم انقلاب آتا اور دنیا کی بے ثباتی اور آخرت کی دائمی زندگی پر جس طرح یقین ہونا چاہیئے اور پھر اس عقیدہ و ایمان پر جو تکلیفیں آئیں، انہیں جس حوصلہ اور صبر اور عزم و استقامت سے برداشت کرنا چاہیئے، جادوگروں نے اس کا ایک بہترین نمونہ پیش کی۔ ایمان لانے سے قبل تو وہ فرعون سے انعامات اور دنیاوی جاہ و منصب کے طالب تھے، لیکن ایمان لانے کے بعد کوئی ترغیب و تحریض انہیں متزلزل نہ کر سکی اور نہ تشدید و تعذیب کی دھمکیاں انہیں ایمان سے منحرف کرنے میں کامیاب ہو سکیں۔

4- مخاطب جو اعتراض سننا چاہیں: جب مبلغ اور مخاطب کے درمیان اختلاف واقع ہو جائے تو مخاطب کی بات کو پوری طرح سننا چاہیئے اور جو دلائل وہ پیش کرنا چاہے پیش کرنے کا موقع دینا چاہیئے اور اس کے بعد اس کو عقلی و نقلی دلائل سے بات سمجھانی چاہیئے۔ ہمارے اس خیال کا مرجع حضرت موسیٰ علیہ السلام کا طرز عمل ہے جو قرآن مجید میں واضح ہے۔ ارشاد ہوتا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے: (جادوگر) کہنے لگے کہ اے موسیٰ یا تو تو پہلے ڈال یا ہم پہلے ڈالنے والے بن جائیں۔ جواب دیا کہ نہیں تم ہی پہلے ڈالو۔ اب تو موسی علیہ السلام کو یوں لگا جیسے ان کی رسیاں اور لکڑیاں ان کے جادو کے زور سے دوڑ بھاگ رہی ہیں۔ پس موسیٰ علیہ السلام نے اپنے دل ہی دل میں ڈر محسوس کیا۔ ہم نے فرمایا کچھ خوف نہ کر یقیناً تو ہی غالب اور برتر رہے گا اور تیرے دائیں ہاتھ میں جو ہے اسے ڈال دے کہ ان کی تمام کاریگری کو وہ نگل جائے۔ انہوں نے جو کچھ بنایا ہے یہ صرف جادوگروں کے کرتب ہیں اور جادوگر کہیں سے بھی آئے کامیاب نہیں ہوتا" (طٰہ 65 - 69)

یوں موسی علیہ السلام نے انتہائی سنگین صورت حال کو انتہائی بردباری اور کمال معاملہ فہمی سے باذن اللہ اپنے حق میں تبدیل کر لیا اور مخالفت پر تلے ہوئے جادوگر یکبارگی حق پرست ہو گئے۔

یہی انداز ہم نبی اکرم ﷺ کا پاتے ہیں جب کہ سرداران قریش نے باہم مشورہ کیا تھا کہ محمد (ﷺ) کے پیروکاروں کی تعداد میں دن بہ دن اضافہ ہو رہا ہے اس لئے ہمیں اس کے سدباب کے لئے ضرور کچھ کرنا چاہیئے اس غرض کے لئے انہوں نے اپنے میں سے سب سے زیادہ بلیغ و فصیح آدمی، عتبہ بن ربیعہ کا انتخاب کیا تا کہ وہ آپ ﷺ سے گفتگو کرے چنانچہ وہ آپ ﷺ کی خدمت میں گیا اور آپ پر عربوں میں انتشار و افتراق پیدا کرنے کا الزام عائد کر دیئے پھر کہا کہ اگر اس نئی دعوت سے آپ کا مقصد مال و دولت کا حصول ہے، تو وہ ہم جمع کئے دیتے ہیں۔ قیادت و سیادت منوانا چاہتے ہو تو آپ ﷺ کو ہم اپنا لیڈر اور سردار مان لیتے ہیں کسی حسین عورت سے شادی کرنا چاہتے ہیں تو ایک نہیں ایسی دس عورتوں کا انتظام ہم کر دیتے ہیں اور اگر آپ ﷺ پر آسیب کا اثر ہے۔ جس کے تحت آپ ﷺ ہمارے معبودوں کو برا کہتے ہیں تو ہم اپنے خرچ پر آپ ﷺ کا علاج کرا دیتے ہیں۔ آپ ﷺ نے اس کی یہ ساری باتیں صبر و سکون سے سنیں اور پھر فرمایا: اے ابو ولید (عتبہ بن ربیعہ) کیا تم اپنی بات مکمل کر چکے ہو؟ اس نے کہا ہاں، پھر نبی پاک تلاوت فرمانے لگے: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اتاری ہوئی ہے بڑے مہربان بہت رحم کرنے والے کی طرف سے ایسی کتاب ہے جس کی آیتوں کی واضح

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تفصیل کی گئی ہے۔ قرآن عربی زبان میں ہے اس قوم کے لئے جو جانتی ہے۔ خوش خبری سنانے والا اور ڈرانے والا ہے پھر بھی ان کی اکثریت نے منہ پھیر لیا اور سنتے ہی نہیں (حم السجدہ:2-4)

ان آیات کو سن کر عتبہ بڑا متاثر ہوا اس نے واپس جا کر سرداران قریش کو بتلایا کہ وہ جو چیز پیش کرتا ہے وہ جادو ہے نہ کہانت ہے نہ شعر و شاعری۔[۶]

اس واقعہ کے اندر بھی نبی پاک ﷺ نے عتبہ کو بات مکمل کرنے کی اجازت دی اس کے بعد آپ ﷺ نے ان کو مدلل جواب دیا حالانکہ اس نے سلسلہ کلام میں انتہائی بے ادبی کی باتیں کی تھیں جن کو آج سن کر بھی ایک ایماندار کا خون کھول جاتا ہے۔

5- دعوت کے لئے مناسب وقت کا انتخاب: داعی کو چاہیئے کہ مناسب مواقع، مقامات اور حالات کو پیش نظر رکھے۔ جب مخاطب کو سننے کے لئے راغب پائے تو کچھ سنائے اور مخاطب کو طول طویل کلام سے تھکانا بھی نہیں چاہیئے۔

نبی پاک ﷺ کے بارے میں صحابہ کرام رضوان اجمعین بتاتے ہیں کہ جب آپ وعظ کرتے تو وقفہ کیا کرتے تھے تاکہ ہم اکتا نہ جائیں۔[۷]

جب فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ کوئی دن مقرر کرے جس دن جادوگروں کے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اجتماع ہو تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ عید کا دن مقرر کرو جس کے اندر بہت بڑا اجتماع ہوتا ہے۔ تاکہ اجتماع عام کے سامنے حق کا اظہار ہو اور دشمن نامراد ہو کر ذلیل ہو۔ قرآن کا ارشاد ہے: پس تو ہمارے اور اپنے درمیان ایک وعدے کا وقت مقرر کر لے کہ نہ ہم اس کے خلاف کریں اور نہ تو صاف میدان میں مقابلہ ہو۔ موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ زینت اور جشن کے دن کا وعدہ ہے اور یہ کہ لوگ دن چڑھے ہی جمع ہو جائیں (طہ:58- 59)

6- اللہ تعالیٰ کی معیت و نصرت ہمیشہ حق کے ساتھ ہوتی ہے: جب فرعون کے لشکر نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ماننے والوں کا پیچھا کیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ پر کامل بھروسہ کیا اور ساتھیوں کو تسلی دی:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن میں ارشاد ہوتا ہے: پس جب دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا، تو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں نے کہا، ہم تو یقیناً پکڑ لئے گئے۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا، ہرگز نہیں۔ یقین مانو میرا رب میرے ساتھ ہے جو ضرور مجھے راہ دکھائے گا" (الشعراء: 61-62)

یعنی فرعون کے لشکر کو دیکھتے ہی وہ گھبرا اٹھے تھے کہ آگے سمندر ہے اور پیچھے فرعون کا لشکر، اب بچاؤ کس طرح ممکن ہوگا۔ اب پھر دوبارہ وہی فرعون اور اس کی غلامی ہوگی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تسلی دی کہ تمہارا اندیشہ صحیح نہیں اب دوبارہ تم فرعون کی گرفت میں نہیں جاؤ گے۔ میرا رب یقیناً نجات کے راستے کی نشاندھی فرمائے گا۔

7- عزم و ہمت کی کمی: مسلمانوں کے لئے "غلامی" یا "محکومانہ زندگی" ایک بڑی لعنت اور عذاب ہے اور اس پر قانع ہو کر مطمئن ہو جانا دراصل عذاب الٰہی اور لعنت الٰہی پر قناعت کر لینے کے مترادف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو دعوت دیتے ہوئے یہ مطالبہ بھی کیا تھا کہ بنی اسرائیل کو اپنی غلامی سے آزاد کر اور ان کو میرے ساتھ کر دے تاکہ میں انہیں یہاں سے نکال لے جاؤں۔

غلامی اور محکومانہ زندگی کے اثرات بڑے گہرے ہوتے ہیں۔ ان میں سب سے بڑا اثر یہ ہوتا ہے کہ ہمت و عزم کی روح پست اور مجروح ہو جاتی ہے؟ پھر رفتہ رفتہ یہی انسان اس ذلت آمیز زندگی کو نعمت سمجھنے لگتا ہے۔ اس طرح اس کی قوت عمل مضمحل ہو جاتی ہے اور وہ قوم قدم پر دوسروں کا سہارا ڈھونڈنے لگتی ہے۔ بنی اسرائیل کی مسلسل غلامانہ زندگی نے انہیں اس قدر پست اور کم ہمت کر دیا تھا کہ وہ اپنی ارض مقدس (اصلی وطن) میں داخلہ اور وعدہ نصرت کے باوجود انہوں نے وہ تاریخی جملے کہلائے کہ جو صرف غلام قوم ہی کہہ سکتی ہے "اے موسیٰ علیہ السلام تم اور تمہارا رب دونوں جا کر ان سے لڑو، ہم تو یہیں بیٹھتے ہیں"

(مائدہ: 24)

دراصل یہی عزم و ہمت کی موت ہے جو اسی غلامانہ زندگی کا نتیجہ ہے جو محکوم قوموں کا نصیبہ بن جاتی ہے۔

8- ذکر الٰہی تعلیمات الٰہیہ کے تسلسل میں جو وارد ہوا: "ولا تنیا فی ذکری

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(طٰہٰ:42) میرے ذکر میں ڈھیلے نہ پڑنا''۔ تو اس سے دوبارہ ذکر الٰہی کی اہمیت واضح کی جارہی ہے۔ اس سے پہلے اولین کلام الٰہی میں ''اقم الصلوۃ لذکری'' (طٰہٰ:14) کی ہدایت موجود ہے۔ ذکر الٰہی ایک دائمی عمل ہے اور یہ ذکر عبادت اور ذکر دعوت دونوں کو شامل ہے۔ دعوت کا اصل سرچشمہ اللہ تعالیٰ ہے۔ اس سرچشمہ سے اس کو غذا اور قوت حاصل ہوتی ہے۔ اگر اسی سرچشمہ سے تعلق کمزور ہو جائے تو دعوت بے جان اور بے روح ہو جاتی ہے اور اگر اس سرچشمہ سے تعلق بالکل ہی منقطع ہو جائے تو پھر وہ دعوت بالکل شیطانی دعوت بن کر رہ جاتی ہے اگرچہ اس میں نام خدا ہی کا لیا جائے۔[۸]

یہ واضح ہے کہ نبی کا ہر کام ذکر الٰہی ہوتا ہے وہ نماز ادا کرے یا تذکیر و انداز کا کام کرے۔ نماز اگر قوت و معرفت حاصل کرنے کا ذریعہ ہے تو دعوت الی اللہ اسے مستحکم کرنے اور آگے منتقل کرنے کا وسیلہ۔ داعی کو ہر حال میں تعلق باللہ پر نظر رکھنی ہوتی ہے کیونکہ اسی سے اس کو تقویت حاصل ہوتی ہے اور یہی رہنمائی کا ماخذ ہے۔[۹]

9- **کمال دانائی:** سورہ طٰہٰ میں فرعون اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مکالمہ اس طرح درج ہے:

''ہم تیرے رب کی نشانی لے کر آئے ہیں اور سلامتی ہے اس شخص پر جو راہ راست کی پیروی کرے۔ ہم کو وحی کے ذریعے بتایا گیا ہے کہ عذاب ہے اس کے لئے جو جھٹلائے اور منہ موڑے۔ فرعون نے کہا اچھا تو پھر تم دونوں کا رب کون ہے؟ موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا: ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی ساخت بخشی ہے پھر اس کو ہدایت کی فرعون نے کہا: تو پھر پہلے جو نسلیں گزر چکی ہیں ان کا کیا انجام ہوا؟ موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا: اس کا علم میرے رب کے پاس ہے ایک نوشتہ میں محفوظ ہے۔ میرا رب نہ چوکتا ہے نہ بھولتا ہے۔ (طٰہٰ:47 - 52)

فرعون کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ اگر بات یہی ہے کہ اس رب کے سوا دوسرا کوئی رب نہیں تو یہ ہم سب کے باپ دادا جو نسل در نسل دوسرے ارباب کی بندگی کرتے چلے آئے ہیں آخر ان کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ کیا وہ سب گمراہ تھے؟ کیا وہ سب عذاب کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مستحق تھے؟

یہ ایک جاہلانہ سوال تھا جس کا جواب بروقت دینا کچھ آسان نہ تھا۔ اہل حق کی تبلیغ کے خلاف یہ ہتھکنڈہ ہمیشہ استعمال کیا جاتا رہا ہے۔ یہ طرز جاہلوں کو مشتعل کرنے اور اپنے لئے راہ فرار ہم کرنے کے لئے بڑا موثر ثابت ہوتا ہے۔ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کہتے کہ ہاں وہ سب کے سب جاہل گمراہ تھے اور جہنم کا ایندھن ہوں گے تو چاہیئے یہ حق گوئی کا بڑا زبردست مظاہرہ ہوتا مگر یہ جواب اپنی حقانیت کے باوجود حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بجائے فرعون کے مقصد کی تقویت کا سبب بن جاتا اور قوم بدک کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کٹ جاتی۔ لیکن جناب موسیٰ علیہ السلام نے کہاں دانائی سے ایسا حکیمانہ جواب دیا جو بجائے خود حق بھی تھا اور فرعون کے جاہلانہ ہتھکنڈے کا جواب بھی۔

لہٰذا ایک داعی کے لئے بھی انبیاء علیہم السلام کی حکمت دعوت کو اپنانا چاہیئے تاکہ مخاطبین کے جذبات کو مجروح کیے بغیر اپنا کام نکال سکے۔

10- ظلم کی اعانت نہ کی جائے: حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے نادانستہ ایک قبطی (فرعونی) قتل ہو گیا تھا جس پر آپ نے اپنے رب سے اس طرح معذرت کی تھی: اے اللہ میں نے خود اپنے اوپر ظلم کیا ہے تو مجھے معاف فرما دے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے بخش دیا، وہ بخشش اور بہت مہربانی کرنے والا ہے، کہنے لگے: اے میرے رب! جیسے تو نے مجھ پر یہ کرم فرمایا میں بھی اب ہرگز کسی گنہگار کا مددگار نہ بنوں گا"

(القصص:16-17)

یہاں پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ظالم کی آئندہ ہرگز مدد نہ کرنے کا وعدہ کیا اور جس شخص کو قتل کیا تھا وہ بھی اتفاقیہ تھا اور ارادہ قتل نہ تھا تاہم یہ بھی گناہ نظر آتا تھا اس لئے بخشش طلب کرنا ضروری سمجھا۔

11- حیادار لڑکیاں: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے ایک سفر کے دوران شہر مدین میں پانی پلانے کے سلسلے میں دو لڑکیوں کی خدمت انجام دی تھی ان لڑکیوں نے یہ سارا قصہ اپنے باپ سے بیان کر دیا۔ بوڑھے باپ نے اپنی لڑکی کو دوبارہ بھیجا کہ اس اجنبی مسافر کو لے آؤ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لڑکی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنے بوڑھے باپ کا جو پیغام پہنچایا اس کے بارے میں قرآن کا بیان ہے: ''ان دونوں لڑکیوں میں سے ایک شرم وحیا کے ساتھ چلتی ہوئی ان کے پاس آئی۔ کہنے لگی میرے والد آپ کو بلا رہے ہیں تاکہ آپ نے (ہمارے جانوروں کو) ہمارے لیے جو پانی پلایا ہے اس کی اجرت دیں۔ (القصص:25)

''یہ شرم وحیا کی صورت اس لئے پیدا ہوئی کہ اجنبی مرد کے پاس اکیلے آئی تھی اگر گھر میں کوئی خادم ہوتا تو اس کی نوبت ہی نہ آتی''۔

حضرت عمرؓ نے اس آیت کی تفسیر یوں بیان کی:

وہ شرم وحیا کے ساتھ چلتی ہوئی اپنا چہرہ گھونگھٹ میں چھپائے ہوئے آئی ان بے باک عورتوں کی طرح دندناتے ہوئے نہیں آئی جو ہر طرف نکل جاتی ہیں اور ہر جگہ گھس جاتی ہیں'' [۱۰]

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حیاداری کا تصور قدیم اور شرفاء کی خاص علامت رہا ہے۔ صحابہ کرامؓ کے عہد میں بھی یہ تصور جو قرآن حکیم اور نبی کریم ﷺ کی تعلیم وتربیت سے ان بزرگوں نے سمجھا تھا وہ یہی تھا کہ عورتوں کو اجنبیوں کے سامنے کھلے پھرنا اور گھر سے باہر بے باکانہ چلت پھرت اسلامی حیاداری کے بالکل خلاف ہے۔ حضرت سیدنا عمرؓ اپنے صاف الفاظ میں چہرہ ڈھانکنے کو حیا کی علامت اور اسے اجنبی مردوں کے سامنے کھولنے کو بے حیائی قرار دے رہے ہیں۔

شہر مدین کے سردار حضرت شعیب علیہ السلام کی صاحبزادیوں کی یہ غیرت و حیاداری اونچی اونچی شریف زادیوں کے لئے کتنی سبق آموز ہے۔

12- اسلامی تہذیب کی جھلک: حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر سے ہجرت کر کے جب شہر مدین کے شیخ کبیر کے ہاں مہمان ہوئے تو کچھ دن بعد شیخ کبیر نے ان کو اپنا داماد بنانا چاہا اور اس کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اس طرح خطاب کیا:

''باپ نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا میں چاہتا ہوں کہ اپنی دو بیٹیوں میں سے ایک کا نکاح تمہارے ساتھ کر دوں، بشرطیکہ تم آٹھ سال تک میرے ہاں ملازمت کرو''۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(القصص:27)

اس آیت کریمہ کے تحت فقہاء نے لکھا ہے کہ لڑکیوں کے ولی کو چاہیئے کہ اگر دین مرد صالح مل جائے تو اس کا انتظار نہ کرے کہ مرد کی طرف سے نکاح کی تحریک ہو بلکہ خود ہی پیشکش کر دینا انبیاء کی سنت رہی ہے۔

نیز سیدنا عمرؓ نے اپنی صاحبزادی حضرت حفصہ کے بیوہ ہو جانے کے بعد از خود ہی حضرت ابوبکر صدیقؓ اور اس کے بعد سیدنا عثمان غنیؓ سے ان کے نکاح کی پیشکش کی تھی۔ پھر بعد میں دو صاحبین کی رائے سے نبی پاک ﷺ کے عقد (نکاح) میں آئی۔[۱۱]

آیت مذکورہ میں لفظ ''اُنکِحَكَ'' ہے جس کا ترجمہ ''میں آپ کا نکاح کرنا چاہتا ہوں'' ہے، فقہاء کرام نے یہاں یہ نکتہ بیان کیا ہے کہ ولی کو نکاح کا معاملہ خود طے کرنا چاہیئے خود لڑکی کو یہ معاملہ نہیں کرنا چاہیئے جیسا کہ مغربی تہذیب کی لڑکیاں خود اپنا معاملہ طے کر لیتی ہیں۔

ہمارے ہاں کسی لڑکی والے کی طرف سے نکاح کی خواہش کا اظہار معیوب سمجھا جاتا ہے۔ لیکن شریعت الٰہیہ میں یہ مذموم نہیں ہے۔ صفات محمودہ کا حامل لڑکا مل جائے تو اس سے یا اس کے گھر والوں سے اپنی لڑکی کے لئے رشتے کی بابت بات چیت کرنا برا نہیں ہے، بلکہ محمود اور پسندیدہ ہے۔ عہد رسالت اور صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین میں یہ طریقہ رائج تھا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حوالہ جات

[۱] علوی: پیغمبرانہ منہاج دعوت، ص93

[۲] علوی: پیغمبرانہ منہاج دعوت، ص 252, 293

مولانا عبدالرحمٰن: ہدایت کے چراغ، ص403/1-557

[۳] صحیح البخاری مع فتح الباری، کتاب التفسیر، باب4، 273/8

[۴] مسند احمد، 5 / 256 - 257 بیروت

[۵] صحیح البخاری مع فتح الباری، کتاب الکسوف، باب الدعاء فی الخسوف، 546/2

صحیح مسلم، کتاب الکسوف، حدیث نمبر1، 622/2-623

[۶] سیرت ابن ہشام، 271/1

[۷] البخاری مع فتح الباری، کتاب العلم، باب 11, 162/1

[۸] تدبر قرآن، 5 / 52

[۹] خالد علوی: پیغمبرانہ منہاج دعوت، ص 371 - 372

[۱۰] القرطبی: الجامع لاحکام القرآن، 270/13 بیروت

[۱۱] القرطبی: الجامع لاحکام القرآن، 271/13 بیروت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت عیسیٰ علیہ السلام

مسیح کی شخصیت انبیاء بنی اسرائیل کی آخری کڑی ہے۔ ان کی تاریخ میں بہت اہمیت ہے۔ ان کے اثرات بنی اسرائیل سے نکل کر عام انسانیت پر بھی مرتب ہوئے ہیں اور پھر ان کے ساتھ ایسے فکری و عملی، اعتقادی و کرشماتی امور وابستہ ہو گئے ہیں جن کے باعث ان کا مطالعہ بہت اہم ہو گیا ہے۔ پیغمبرانہ تاریخ و دعوت ان کے مطالعہ کے بغیر نامکمل رہے گی۔ ایک اور پہلو سے بھی یہ مطالعہ اہمیت کا حامل ہے اور وہ ہے ان کے معتقدین کا غلو جس نے انہیں پیغمبری سے بلند کر کے الوھیت کے مقام پر لا کھڑا کیا ہے۔ دینی و روحانی لحاظ سے اس حادثے کا تجزیہ بہت ضروری ہے۔ دور حاضر کی غالب تہذیب جو اپنی روح کے اعتبار سے مادی، غیر اخلاقی اور بے خدا ہے۔ جس ماحول میں پروان چڑھتی ہے وہ مسیحی ماحول تھا اور دعوتِ اسلامی کو جو چیلنج درپیش ہے وہ اسی تہذیب کا پیدا کردہ ہے لہٰذا ان اسباب و علل کا جائزہ لینا ضروری ہے۔ جو مسیحی معاشرے کو مذہبی و روحانی ماحول سے نکال کر خالص مادی اور استحصالی ماحول میں بدلنے کا باعث بنے۔ مسیح کی شخصیت آج بھی موثر ہے اور ان سے روحانی فیوض حاصل کرنے والوں کی کمی نہیں۔ مسیح پر ایمان لانے والے مسیحی اور مسلمان انہیں اپنے اپنے زاویوں سے دیکھتے ہیں۔[۱]

حضرت عیسیٰ علیہ السلام جلیل القدر اور اولوالعزم پیغمبروں میں سے ہیں اور جس طرح نبی کریم ﷺ تمام انبیاء و رسل کے خاتم ہیں۔ اسی طرح عیسیٰ انبیاء بنی اسرائیل کے خاتم ہیں۔

حضرت عیسیٰ کی جلالت قدر اور عظمت شان کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ انبیاء بنی اسرائیل پر کتاب تورات کے علاوہ "انجیل" سے زیادہ عظیم المرتبت دوسری کوئی کتاب نازل نہیں ہوئی۔ نزول تورات کے بعد یہودیوں نے جو قسم قسم کی گمراہیاں دین حق میں ایجاد کر لی تھیں۔ حضرت مسیح کی اس کتاب نے تورات کی شرح بن کر بنی اسرائیل کو ان کی گمراہیوں سے بچنے کی تعلیم دی اس طرح اس کتاب نے تکمیل تورات کا فرض انجام دیا۔ بنی اسرائیل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں موسیٰ علیہ السلام کا فراموش شدہ پیغام ہدایت حضرت مسیح علیہ السلام ہی نے دوبارہ تازہ کیا۔

علاوہ ازیں حضرت مسیح علیہ السلام سرور کائنات محمد ﷺ کے سب سے بڑے منادی اور مبشر بھی ہیں جیسا کہ قرآن نے انکشاف کیا ہے۔

قرآن مجید نے جن انبیاء علیہ السلام کے واقعات کو مفصل بیان کیا ہے ان میں سے عیسیٰ علیہ السلام بھی ہیں۔ اس طرح قرآن مجید نے ''تذکیر بایام اللہ'' کی تکمیل کی۔

ان کا تذکرہ قرآن مجید کی چودہ سورتوں میں آیا ہے۔ کہیں تفصیل کے ساتھ اور کہیں اختصار و اجمال کے ساتھ۔ ان میں کسی جگہ اسم مبارک ''عیسیٰ'' سے یاد کیا گیا ہے اور کہیں ''مسیح'' اور ''عبداللہ'' کے لقب سے اور کسی مقام پر کنیت ''ابن مریم'' اور کہیں ''کلمہ'' اور ''روح'' سے ذکر کیا گیا ہے۔

ان کے حالات زندگی اور دیگر تاریخی معلومات کے لئے ملاحظہ ہو۔[۲]

قرآن کریم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق یوں ان کی زبان سے تعارف ان الفاظ میں پیش کیا ہے:

''میں اللہ کا بندہ ہوں۔ اس نے مجھے کتاب عطا فرمائی اور مجھے اپنا پیغمبر بنایا ہے اور اس نے مجھے بابرکت کیا ہے جہاں بھی میں ہوں اور اس نے مجھے نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا ہے۔ جب تک میں زندہ رہوں۔ اور اس نے والدہ کا خدمت گزار بنایا ہے اور مجھے سرکش اور بدبخت نہیں کیا اور مجھ پر میری پیدائش کے دن اور میری موت کے دن اور جس دن میں دوبارہ زندہ کھڑا کیا جاؤں گا، سلام ہی سلام ہے'' (مریم:30-33)

اللہ رب العزت نے مسیح کی والدہ کی برأت کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا: اور جب فرشتوں نے کہا، اے مریم! اللہ تعالیٰ نے تجھے برگزیدہ کر لیا اور تجھے پاک کر دیا اور سارے جہان کی عورتوں میں سے تیرا انتخاب کر لیا۔ اے مریم! تو اپنے رب کی اطاعت کر اور سجدہ کر اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کر''۔ (آل عمران:42-43)

حضرت مریم علیہا السلام کا یہ شرف و فضل ان کے اپنے زمانے کے اعتبار سے ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیونکہ صحیح احادیث میں حضرت مریم علیہ السلام کے ساتھ حضرت خدیجہؓ کو بھی خیر النساء (سب عورتوں میں بہتر) کہا گیا ہے اور بعض احادیث میں چار عورتوں کو کامل قرار دیا گیا ہے یعنی حضرت مریم، حضرت آسیہ (فرعون کی بیوی) حضرت خدیجہؓ اور حضرت عائشہؓ، اور حضرت عائشہؓ کی بابت کہا گیا ہے کہ ان کی فضیلت تمام دیگر عورتوں پر ایسے ہے جیسے ثرید کو تمام کھانوں پر فوقیت حاصل ہے۔[۳]

حضرت عیسیٰ علیہ السلام بن باپ کے پیدا ہوئے اللہ تعالیٰ کے کلمۃ یعنی حکم سے پیدا ہوئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد کن (ہو جاؤ) کہنے سے ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ''جب کبھی وہ کسی کام کو کرنا چاہتا ہے تو صرف یہ کہہ دیتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے''۔ (آل عمران:47)

عیسیٰ علیہ السلام بشر تھے۔ خواہشات نفسانی رکھتے تھے کھاتے پیتے چلتے پھرتے، سوتے جاگتے اور باقی بشریت کے ساری لوازمات رکھتے تھے وہ اللہ نہیں تھے بلکہ صرف اللہ کے بندے اور رسول تھے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: دونوں (ماں بیٹے) کھانا کھایا کرتے تھے'' (المائدہ:75)

یہ حضرت مسیح علیہ السلام اور مریم علیہا السلام دونوں کی الٰھیت (الہ ہونے) کی نفی اور بشریت کی دلیل ہے۔ کیونکہ کھانا پینا، یہ انسانی حوائج وضروریات میں سے ہے۔ جو الہ ہو، وہ تو ان چیزوں سے ماوراء بلکہ وراء الوراء ہوتا ہے جو کھانے پینے کی حاجت مند ہو وہ الہ نہیں ہو سکتا۔

جب عیسیٰ علیہ السلام کی عمر تیس سال کی ہوئی تو اللہ رب العزت نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے انجیل عطا فرمائی جو قرآن اور دیگر آسمانی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے۔ (ملاحظہ ہو المائدہ:46)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعوت کی آساس: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس قوم کی طرف مبعوث کیا گیا جو بدمزاج، سخت دل بدعقیدہ اور بداخلاق تھی اور مادیت کی دلدادہ تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ کی توحید، اخلاق کریمہ نرم انداز اختیار کرنے اور آخرت کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زندگی پر ایمان رکھنے کی دعوت دی۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: خود مسیح نے ان سے کہا تھا کہ اے بنی اسرائیل! اللہ کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا سب کا رب ہے۔ یقین مانو کہ جس شخص نے اللہ کے ساتھ شریک بنایا اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت حرام کر دی۔ اس کا ٹھکانہ جہنم ہی ہے اور گنہگاروں کی مدد کرنے والا کوئی نہیں ہوگا۔ (المائدہ:72)

(مزید ملاحظہ ہو آل عمران:50 - 51)

2- **فضیلت وکرامت کی بنیاد صرف تقوی ہے:** یہود کا یہ زعم باطل تھا کہ دنیا میں سب سے اللہ کے پیارے بندے اور محبوب صرف یہود ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس دعوی کی مخالفت کی۔ اس پر یہود ناراض ہو گئے اللہ کا فرمان ہے: یہود و نصاری کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے دوست ہیں۔ آپ کہہ دیجیئے کہ پھر تمہیں تمہارے گناہوں کے باعث اللہ کیوں سزا دیتا ہے؟ نہیں بلکہ تم بھی اس کی مخلوق میں سے ایک انسان ہو۔ وہ جسے چاہتا ہے بخش دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے عذاب کرتا ہے''۔ (المائدہ:18)

یہودیوں نے حضرت عزیر کو اور عیسائیوں نے حضرت عیسی علیہ السلام کو ابن اللہ کہا اور اپنے آپ کو بھی ابناء اللہ (اللہ کے بیٹے) اور اس کے محبوب قرار دے دیا۔ اس سے ان کے تفاخر اور اللہ کے بارے میں بے جا اعتماد کا اظہار ہوتا ہے جس کی اللہ کے ہاں کوئی حیثیت نہیں۔

اس کا مطلب یہ واضح ہوا کہ اللہ کی بارگاہ میں فیصلہ، دعوؤں کی بنیاد پر نہیں ہوتا اور نہ قیامت والے دن ہوگا، بلکہ وہ تو ایمان وتقوی اور عمل دیکھتا ہے اور دنیا میں بھی اس کی روشنی میں فیصلہ فرماتا ہے۔ قیامت والے دن بھی اسی اصول پر فیصلہ ہوگا۔

3- حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود بھی بشر تھے اور اسی کا دعوی بھی کیا: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے اہل کتاب! اپنے دین کے بارے میں حد سے نہ گزر جاؤ اور اللہ پر بجز حق کے اور کچھ نہ کہو، مسیح عیسی بن مریم (علیہ السلام) تو صرف اللہ تعالیٰ کے رسول اور اس کا کلمہ (کن سے پیدا شدہ) ہیں، جسے مریم کی طرف ڈال دیا تھا اور اس کے پاس کی روح ہیں۔ اس لئے تم اللہ کو اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے سب رسولوں کو مانو اور نہ کہو کہ اللہ تین ہیں۔ اس سے باز آ جاؤ کہ تمہارے لئے بہتری اسی میں ہے عبادت کے لائق تو صرف ایک اللہ ہی ہے اور وہ اس سے پاک ہے کہ اس کی اولاد ہو۔ اسی کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اللہ کافی ہے کام بنانے والا" (النساء: 171)

غلو کا مطلب ہے کس چیز کو اس کی حد سے بڑھا دینا جیسے کہ عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ کے بارے میں کیا کہ انہیں رسالت و بندگی کے مقام سے اٹھا کر الوھیت کے مقام پر فائز کر دیا اور ان کی اللہ کی طرح عبادت کرنے لگے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکاروں کو بھی غلو کرنے کا مظاہرہ کرتے ہوئے معصوم بنا دے اور ان کو حرام و حلال کے اختیار سے نواز دیا جیسا کہ اللہ نے فرمایا: اتخذوا احبارھم و رھبانھم اربابا من دون اللہ "(التوبہ: 31) انہوں نے اپنے علماء اور درویشوں کو اللہ کے سوا رب بنا لیا" یہ رب بنانا حدیث نبوی کے مطابق ان کے حلال کردہ کو حلال اور حرام کردہ کو حرام سمجھنا تھا۔ دراں حالیکہ یہ اختیار صرف اللہ کو حاصل ہے لیکن اہل کتاب نے یہ حق بھی اپنے علماء وغیرہ کو دے دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اہل کتاب کو دین میں اسی غلو سے منع فرمایا اور نبی پاک ﷺ نے بھی اپنی امت کو اس طرح کے غلو سے منع فرمایا ہے۔

آپ ﷺ کا ارشاد ہے: تم مجھے اس طرح حد سے نہ بڑھاؤ جس طرح عیسائیوں نے عیسیٰ بن مریم کو بڑھایا؟ میں تو صرف اللہ کا بندہ ہوں پس تم مجھے اللہ کا بندہ اور رسول ہی کہنا"۔[۴]

لیکن افسوس امت محمدیہ اس کے باوجود بھی اس غلو سے محفوظ نہ رہ سکی جس میں عیسائی مبتلا ہوئے اور امت محمدیہ نے اپنے پیغمبر ﷺ کو بلکہ نیک بندوں تک کو خدائی صفات سے متصف ٹھہرا دیا جو دراصل عیسائیوں کا وطیرہ تھا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وہ لوگ بھی یقیناً کافر ہو گئے جنہوں نے کہا کہ اللہ تین میں تیسرا ہے، دراصل سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی معبود نہیں" (المائدہ: 73)

یہ عیسائیوں کے دوسرے فرقے کا ذکر ہے جو تین خداؤں کا قائل ہے۔ جن کو وہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اقانیم ثلاثہ کہتے ہیں۔ ان کی تعبیر وتشریح میں اگر چہ خود ان کے مابین اختلاف ہے تاہم صحیح بات یہی ہے کہ اللہ کے ساتھ، انہوں نے حضرت عیسی، اور ان کی والدہ حضرت مریم علیہا السلام کو بھی الہ (معبود) قرار دے دیا۔

(ملاحظہ ہو الزخرف:59، مریم:30، الحج:62، النساء:172-173)

تمام انبیاء و رسل علیہم السلام بشر (انسان) تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اللہ کا ارشاد ہے: بے شک عیسیٰ علیہ السلام کی مثال اللہ کے ہاں آدم کی سی ہے کہ اللہ نے آدم کو مٹی سے پیدا کیا پھر حکم دیا کہ ہو جا پس وہ (انسان) ہو گئے"۔ (آل عمران:59)

ایک اور مقام پر ارشاد ہوا: ابن مریم بھی صرف بندہ ہی ہے جس پر ہم نے احسان کیا اور اسے بنی اسرائیل کے لئے نشان قدرت بنایا" (الزخرف:59)

ہر قوم اپنے نبی پر یہ اعتراض اٹھاتی رہی کہ یہ بشر ہے پھر ہر زمانے میں اپنے نبی کے بارے میں یہ نظریہ گھڑ لیا تھا کہ: جو بشر ہے وہ رسول نہیں ہو سکتا اور جو رسول ہوتا ہے وہ بشر نہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام کو تو ان کی قوم نے کہا: اے نوح ہم تم کو اپنا ہی جیسا بشر دیکھتے ہیں" (ھود:27)۔ یہ وہی شبہ ہے جو ہر زمانے کے لوگ کرتے رہے۔ کافروں کے نزدیک بشریت کے ساتھ نبوت و رسالت کا اجتماع بڑا عجیب تھا بالکل اسی طرح جس طرح آج کل بعض لوگوں کو بھی یہ بات عجیب لگتی ہے اور بشریت رسول سے انکار کرتے ہیں۔ مزید ملاحظہ ہو (المومنون:43-44، الشعراء:153-154، المقر:23-21 یسین:13-15، المومنون 45-48)

قرآن حکیم کے مزید مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قدیم گمراہی و جہالت (بشریت انبیاء سے انکار) کا اثر قوم عرب پر بھی پڑا جب نبی پاک ﷺ مبعوث ہوئے تو مشرکین مکہ نے آپ کی نبوت کو جھٹلایا اور کہہ دیا: یہ کیسا رسول ہے جو کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے کیوں نہ اس کے پاس کوئی فرشتہ بھیجا گیا جو اس کے ساتھ رہتا اور (نہ ماننے والوں کو دھمکاتا)" (الفرقان:7)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ نے جواب ارشاد فرمایا: ہم نے آپ سے پہلے جتنے رسول بھیجے سب کے سب کھانا بھی کھاتے تھے اور بازاروں میں بھی چلتے پھرتے تھے" (الفرقان:20)

یعنی جتنے بھی انبیاء تھے وہ انسان تھے وہ کھاتے پیتے، محنت کرتے اور کمائی کرتے تھے اور یہ ساری باتیں منصب رسالت کے منافی نہیں جس طرح کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں۔

4- انبیاء سابقین کی تصدیق اور نبی پاک ﷺ کی آمد کی بشارت: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اور جب مریم کے بیٹے عیسیٰ نے کہا کہ اے (میری قوم) بنی اسرائیل میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں مجھ سے پہلے کی کتاب تورات کی تصدیق کرنے والا ہوں اور اپنے بعد آنے والے رسول کی بھی تمہیں خوشخبری سنانے والا ہوں جن کا نام احمد۔ پھر جب ان کے پاس کھلی دلیلیں لائے تو کہنے لگے یہ کھلا جادو ہے"۔

(الصّف:6)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قصہ اس لئے بیان فرمایا کہ بنی اسرائیل نے جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نافرمانی کی اور اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بھی نافرمانی کی۔ اس میں نبی پاک ﷺ کو تسلی دی جارہی ہے کہ یہود آپ کے ساتھ ہی اس طرح نہیں کر رہے ہیں بلکہ ان کی تو ساری تاریخ انبیاء علیہم السلام کی تکذیب سے بھری پڑی ہے۔ تورات کی تصدیق کا مطلب یہ ہے کہ جو میں دعوت دے رہا ہوں، وہ وہی ہے جو تورات کی دعوت ہے۔ جو اس بات کی دلیل ہے، کہ پیغمبر مجھ سے پہلے تورات لے آئے اور اب میں انجیل لے کر آیا ہوں۔ ہم دونوں کا اصل ماخذ ایک ہی ہے اس لئے جس طرح موسیٰ وھارون اور داؤد و سلیمان علیہم السلام پر ایمان لائے مجھ پر بھی ایمان لاؤ اس لئے کہ میں تورات کی تصدیق کر رہا ہوں نہ کہ اس کی تردید و تکذیب۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آخری نبی محمد ﷺ کے اپنے بعد آنے کی خوشخبری سنائی چنانچہ نبی پاک ﷺ کا فرمان ہے: انا دعوۃ ابی ابراھیم و بشریٰ عیسیٰ "میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا اور عیسیٰ کی بشارت کا مصداق ہوں۔ [۵]

5- اخلاقی و روحانی تربیت: یہود کا حال یہ تھا کہ دنیا داری میں غرق ہوئے تھے۔ مختلف

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذرائع ووسائل سے اس زمانے کے علماء عوام سے مال جمع کر کے خود کھاتے تھے۔ مختلف قسم کی رسوم قائم کر رکھی تھیں جب کوئی فوت ہو جاتا تو وارثوں سے بہت سا مال وصول کیا کرتے اور صرف مذہبی وپیشوا اس کو استعمال کر سکتے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان تمام برائیوں کی بیخ کنی کرنے کی تعلیم دی۔ انہوں نے ان تمام فضول رسموں کو ترک کرنے کا حکم دیا اور روحانی و اخروی تربیت کا اہتمام کیا۔ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

تم صرف ظاہری دنیوی زندگی کا فکر نہ کرو۔ کھانے پینے، اور اس کے لئے زندگیاں نہ کھپاؤ، روحانی زندگی کھانے پینے سے بہتر ہے اور روحانی اصلاح ظاہری لباس سے بہتر ہے۔ غریب وغرباء کا خیال رکھو۔ جو کاشت کاری نہیں کرتا اور نہ مستقبل کے لئے مال جمع کرتا نہ اس کے پاس خزانہ اور نہ دولت کا انبار، اللہ پر یقین ہے تو پرندوں کی طرح اللہ رزق عطا کرے گا۔[۶]

نرمی اور شفقت سے پیش کرنے کا حکم: عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو یہ اصول دیا کہ سختی وزیادتی کو نرمی و بردباری اور عفو ودرگزر سے دور کیا جائے۔ چونکہ یہودیوں میں حد سے زیادہ سختی اور شدت تھی چنانچہ جو حکم نازل ہوئے وہ یہ تھے: اپنے دشمنوں سے محبت کرو، عداوت رکھنے والوں سے احسان کرو، جو تم پر لعنت بھیجتا ہے اس کو برکت کی دعا دو، جو لوگ تمہارے ساتھ برائی کرتے ہیں اور تم کو مارتے اور پیٹتے ہیں ان کے حق میں رحمت کی دعا کیا کرو۔[۷]

اور یہ بھی آیا کہ جو تمہارے دائیں گال پر طمانچہ مارے اس کے لئے دوسرا گال پھیر دو تا کہ اس طرف بھی مارے"[۸]

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعوت کا اسلامی دعوت کے ساتھ مقارنہ (موازنہ) کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام دین اعتدال وتوازن ہے اور یہ دین چونکہ قیامت تک کے لئے ہے اس لئے اس میں افراط وتفریط کے لئے کوئی گنجائش نہیں۔

لہٰذا اسلام دنیا وآخرت دونوں کا اہتمام کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تجھے دے رکھا ہے اس میں سے آخرت کے گھر کی تلاش بھی رکھو اور اپنے دنیوی حصے کو بھی نہ بھولو۔ (القصص:77)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعنی اپنے مال کو ایسی جگہ خرچ کر، جہاں اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے۔ اس سے تیری آخرت سنورے گی اور وہاں تجھے اس کا اجر وثواب ملے گا۔

اور دنیا کی مباحات پر بھی اعتدال کے ساتھ خرچ کر۔ مباحات دنیا کیا ہیں؟ کھانا پینا، لباس، گھر اور نکاح وغیرہ۔ مطلب یہ ہے کہ جس طرح تجھ پر تیرے رب کا حق ہے، اس طرح تیرے اپنے نفس کا، بیوی بچوں کا اور مہمانوں وغیرہ کا بھی حق ہے۔ ہر حق والے کو اس کا حق دو۔

آپ ﷺ نے فرمایا: بہتر مال (حلال مال) نیک آدمی کو حاصل ہونا اللہ کا فضل ہے۔[۹]

یوں اسلام نے حلال مال و دولت کو نعمت قرار دیا۔

اسی طرح اسلام عدل وانصاف کا علمبردار ہے۔ ظالموں کو سزا دینا اور امن قائم رکھنا ضروری ہے۔ عفو ودرگزر کی ترغیب کے باوجود بعض قانون شکن لوگوں کو سخت سے سخت سزا دینا ضروری ہے ورنہ معاشرہ پرامن نہیں ہوسکتا۔ عدل وانصاف ضروری ہے زیادتی کی اجازت اسلام نہیں دیتا۔

لیکن عیسائیت کی تعلیم میں اس قدر نرمی اور عفو ودرگزر ہے جو اعتدال پر مبنی نہیں۔ ہر معاشرہ میں ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جن کو جب تک قانون کی گرفت میں نہ لایا جائے وہ قابو نہیں آتے۔ حدود اللہ کا نفاذ اور قانون کی پاسداری یہ سب کچھ معاشرے کو پرامن رکھنے کے لئے ضروری ہے۔ یہ باتیں فطرتی ہیں اور ان کی ضرورت پڑتی رہتی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سیرت بیان کرتے ہوئے اللہ نے ارشاد فرمایا:

یہ ہے واقعہ عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) کا، یہی ہے وہ حق بات جس میں لوگ شک وشبہ میں مبتلا ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے لئے اولاد کا ہونا لائق نہیں، وہ تو بالکل پاک ذات ہے، وہ تو جب کسی کام کے سرانجام دینے کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے کہہ دیتا ہے کہ ہو جاؤ وہ اس وقت ہو جاتا ہے میرا اور تم سب کا پروردگار صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے تم سب اس کی عبادت کرو یہی سیدھی راہ ہے۔ (مریم: 34-35)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عیسائیوں کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں عقیدہ الوھیت کے اسباب:

تین امور ہیں جن کی وجہ سے یہ عقیدہ اپنایا گیا:

1- بن باپ کے پیدا ہونا

2- ان کے ہاتھ پر نادر معجزات کا سرزد ہونا جیسے مردوں کو جلانا

3- روح القدس اور کلمۃ اللہ کے القاب سے نوازا جانا

تفصیلی بحث: 1- حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بن باپ کے پیدا کرنا اللہ کے لئے کوئی مشکل بات نہیں تھی۔ وہی اللہ مسبب الاسباب ہے۔ پوری کائنات میں اسی کی حکومت قائم ہے ملاحظہ ہو (سورۃ مریم: 35)، آل عمران: 75، النساء: 1)

پھر اللہ تعالیٰ نے آدم سے انسان کو پیدا کیا اور ان دونوں (آدم وحواء) سے پوری دنیا کے انسانوں کو پیدا کیا۔ بے جان پانی کے قطرے سے انسان کو پیدا کیا یہ بھی حیران کن بات ہے کہ انسان جب خود اس پر غور کرتا ہے تو ششدر رہ جاتا ہے۔

آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں، دنوں اور راتوں کے آنے جانے میں، سیاروں اور آسمانی نظام کو منظم کرنے میں، اللہ کی قدرت کو دخل ہے وہ اللہ جو اتنی بڑی کائنات پیدا فرما کر اس کو منظم رکھتا ہے اس کے لئے بے جان نطفے میں جان ڈالنا اور بن باپ کے کسی کو پیدا کرنا کونسی بات ہے! قرآن میں ارشاد ہے: (مریم کہنے لگی) بھلا میرے ہاں بچہ کیسے ہوسکتا ہے؟ مجھے تو کسی انسان کا ہاتھ نہیں لگا اور نہ میں بدکار ہوں۔ اس (فرشتے) نے کہا: بات تو یہی ہے لیکن تیرے پروردگار کا ارشاد ہے، کہ یہ بات مجھ پر بہت ہی آسان ہے ہم تو اسے لوگوں کے لئے ایک نشانی بنا دیں گے"۔ (مریم: 20-21)

یعنی اللہ تعالیٰ اسباب عادیہ کا محتاج نہیں۔ اللہ کے لئے یہ بہت آسان ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو اپنی قدرت تخلیق کے لئے نشانی بنانا چاہتا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آدم کو مرد اور عورت کے بغیر پیدا کیا اور حواء کو صرف مرد سے پیدا کیا آدم کی اولاد کو مرد وعورت کے اکٹھا ہونے سے اور اب عیسیٰ کو پیدا کر کے تخلیق کی چوتھی شکل فراہم کر دی۔ اللہ تعالیٰ یوں اپنی قدرت کا اظہار چاہتا تھا یعنی صرف عورت کے بطن سے، بغیر مرد کے پیدا کر دینا، اللہ تعالیٰ تخلیق کی چاروں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صورتوں پر قادر ہے۔

معجزات عیسیٰ علیہ السلام: قرآن کا ارشاد ہے: وہ بنی اسرائیل کی طرف رسول ہوگا (کہے گا) میں تمہارے پاس تمہارے رب کی نشانی لایا ہوں۔ میں تمہارے لئے پرندے کی شکل کی طرح مٹی کا پرندہ بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے پرندہ بن جاتا ہے، اور اللہ کے حکم سے مادرزاد اندھے کو اور کوڑھی کو اچھا کر دیتا ہوں اور مردے کو جلا دیتا ہوں اور جو کچھ تم کھاتے ہو اور جو اپنے گھروں میں ذخیرہ کرتے ہو میں تمہیں بتا دیتا ہوں۔ اس میں تمہارے لئے بڑی نشانی ہے اگر تم ایمان لانے والے ہو" (آل عمران:49)

اَخلُق لکم ای اُصوِّر کم و اقدر لکم [۱۰] یعنی خلق یہاں پیدائش کے معنی میں نہیں ہے اس پر تو صرف اللہ تعالیٰ ہی قادر ہے کیونکہ وہی خالق ہے۔ یہاں اس کے معنی ظاہری شکل وصورت گھڑنے اور بنانے کے ہیں۔ ہر مقام پر باذن اللہ (اللہ کے حکم سے) کہنے سے مقصد یہی ہے کہ کوئی شخص اس غلط فہمی کا شکار نہ ہو جائے کہ میں (عیسیٰ) خدائی صفات یا اختیارات کا حامل ہوں۔ نہیں، میں تو اس کا عاجز بندہ اور رسول ہوں۔

یہ جو کچھ میرے ہاتھ پر ظاہر ہو رہا ہے، معجزہ ہے جو محض اللہ کے حکم سے صادر ہو رہا ہے۔ امام ابن کثیر فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو اس کے زمانے کے حالات کے مطابق معجزے عطا فرمائے تاکہ اس کی صداقت اور برتری نمایاں ہو سکے۔ حضرت موسیٰؑ کے زمانے میں جادوگری کا بڑا زور تھا۔ انہیں ایسا معجزہ عطا فرمایا گیا جس کے سامنے بڑے بڑے جادوگر اپنا کرتب دکھانے میں ناکام رہے۔ جس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی صداقت واضح ہوگئی اور وہ ایمان لے آئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں طب کا بڑا چرچا تھا۔ چنانچہ انہیں مردہ زندہ کر دینے، مادرزاد اندھے اور کوڑی کو اچھا کر دینے کا معجزہ عطا فرمایا گیا۔ جو کہ کوئی بھی بڑے سے بڑا طبیب اپنے فن کے ذریعے سے کرنے پر قادر نہیں ہو پاتا تھا۔ ہمارے پیغمبر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں شعر وادب اور فصاحت و بلاغت کا زور تھا، چنانچہ انہیں قرآن جیسا فصیح و بلیغ اور پر اعجاز کلام عطا فرمایا گیا۔ جس کی نظیر پیش کرنے سے دنیا بھر کے فصحاء و بلغاء اور ادباء و شعرا عاجز رہے اور چیلنج کے باوجود آج تک عاجز ہیں اور قیامت تک عاجز رہیں گے۔ [۱۱]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لہٰذا یہ اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ معجزہ تھا۔ اللہ جس نبی کو جو معجزہ چاہے عطا فرمائے، اس معجزہ کی بنیاد پر الوہیت عیسیٰ کا دعویٰ بالکل باطل ہے۔

روح اللہ اور کلمۃ ہونا: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ''ہم نے عیسیٰ بن مریم کو معجزات عطا فرمائے اور روح القدس سے ان کی تائید کی'' (البقرۃ:253)

یہاں روح القدس سے مراد حضرت جبریلؑ ہیں۔

ایک جگہ پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''یہی لوگ ہیں جن کے دلوں میں (جن کے حق میں) اللہ تعالیٰ نے ایمان لکھ دیا ہے اور جن کی تائید اپنی روح سے کی ہے'' (المجادلہ:22)

روح سے یہاں مراد اللہ کی نصرت خاص، یا نور ایمان ہے جو انہیں ان کی مذکورہ خوبی کی وجہ سے حاصل ہوا۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''پھر ہم نے اس کے پاس اپنی روح کو بھیجا پس وہ اس کے سامنے پورا آدمی بن کر ظاہر ہوا'' (مریم:17)

یہاں بھی ''روح'' سے مراد حضرت جبرائیلؑ ہیں جنہیں کامل انسانی شکل میں حضرت مریم کی طرف بھیجا گیا۔ حضرت مریم نے جب دیکھا کہ ایک شخص بے دھڑک اندر آ گیا ہے تو ڈر گئیں کہ یہ بری نیت سے نہ آیا ہو۔ حضرت جبرائیلؑ نے کہا میں وہ نہیں ہوں جو تم گمان کر رہی ہو بلکہ تیرے رب کا قاصد ہوں اور یہ خوش خبری دینے آیا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تجھے لڑکا عطا فرمائے گا۔ بعض قراءتوں میں لیھب صیغہ غائب ہے (یعنی تاکہ وہ تجھے دیدے) متکلم کا صیغہ (جو موجودہ قراءت میں ہے) اس لئے بولا کہ ظاہری اسباب کے لحاظ سے حضرت جبرائیل نے ان کے گریبان میں پھونک ماری تھی جس سے باذن اللہ ان کو حمل ٹھہر گیا تھا! اس لئے ہبہ کا انتساب اپنی طرف کر لیا۔ یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی کا قول ہو اور یہاں حکایتاً نقل ہوا ہو۔ اس اعتبار سے تقدیر کلام یوں ہوگی ''اَرسَلَنِی، یقول لَكِ اَرسلتُ رَسولی اِلیكِ لاھَبَ لَكِ[۱۲] یعنی ''اللہ نے مجھے تیرے لئے یہ پیغام دے کر بھیجا ہے کہ میں نے تیری طرف اپنا قاصد یہ بتلانے کے لئے بھیجا ہے کہ میں تجھے ایک پاکیزہ بچہ عطا کروں گا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو بھی اپنی روح سے پیدا فرمایا۔ ارشاد باری ہے ''میں مٹی سے انسان کو پیدا کرنے والا ہوں۔ سو جب میں اسے ٹھیک ٹھاک کر لوں اور اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں اپنی روح پھونک دوں تو تم سب اس کے سامنے سجدے میں گر پڑنا" (ص:72)

یہاں "روح" سے مراد یہ ہے کہ یعنی وہ روح جس کا میں ہی مالک ہوں، میرے سوا اس کا کوئی اختیار نہیں رکھتا اور جس کے پھونکتے ہی یہ پیکر خاکی زندگی، حرکت اور توانائی سے بہرہ یاب ہو جائے گا۔ انسان کے شرف وعظمت کے لئے یہی بات کافی ہے کہ اس میں وہ روح پھونکی گئی ہے (جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی روح قرار دیا ہے)۔

"روح" سے ایک اور مراد بھی لی گئی ہے جیسے ارشاد باری ہے "اور اسی طرح ہم نے آپ کی طرف اپنے حکم سے روح کو اتارا" (الشوریٰ:52) "روح" سے مراد یہاں قرآن ہے۔ یعنی جس طرح آپ سے پہلے رسولوں پر ہم وحی کرتے رہے، اسی طرح ہم نے آپ پر قرآن کی وحی کی ہے۔ قرآن کو "روح" سے اس لئے تعبیر کیا ہے کہ قرآن سے دلوں کو زندگی حاصل ہوتی ہے اسی طرح جس طرح روح میں انسانی زندگی کا راز مضمر ہے۔ (مزید ملاحظہ ہو، النحل:40,2)

اور کلمہ سے مراد اللہ کا وہ حکم ہے جس کے ذریعے عیسیٰؑ کو پیدا فرمایا۔

(ملاحظہ ہو آل عمران:47، 64، المائدہ:116\120)

حوالہ جات

[۱] پیغمبرانہ منہاج دعوت، 543

[۲] مولانا عبدالرحمٰن: ہدایت کے چراغ، 314/2....، خالد علوی: پیغمبرانہ منہاج دعوت، ص 543.....

[۳] البخاری مع فتح الباری، کتاب الانبیاء، باب 45-46، 470/6-472

صحیح مسلم، کتاب فضائل اصحابہ، باب فضائل خدیجہ، 1886/4-1889

[۴] البخاری مع فتح الباری، کتاب الانبیاء، باب 48، 474/6

[۵] مسند احمد، 362/5 [۶] انجیل لوقا اصحاح 12

[۷] انجیل لوقا اصحاح 6 [۸] انجیل لوقا اصحاح 6

[۹] مسند احمد، 302-197/4 [۱۰] الجامع لاحکام القرآن۔ 93/2-94

[۱۱] علی الصابونی: مختصر تفسیر ابن کثیر، 284/1 دار القرآن بیروت

[۱۲] القرطبی: الجامع لاحکام القرآن، 91/11

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

فہم القرآن	ڈاکٹر حافظ اصغر اسعد
فہم الحدیث	پروفیسر حمید اللہ شاہ ہاشمی
اسلام اور مذاہب عالم	پروفیسر غلام رسول چوہدری
اسلام اور مذاہب عالم	ملک کریم بخش
تاریخ اسلام	ڈاکٹر حافظ اصغر اسعد
عربی زبان وادب	ڈاکٹر حافظ اصغر اسعد
فہم الفقہ	پروفیسر محمد نعیم صدیقی
دعوت وارشاد	پروفیسر محمد نعیم صدیقی
اسلام اور جدید معاشی افکار اور تحریکیں	ملک کریم بخش
اسلام اور جدید سیاسی وعمرانی افکار	اصغر علی شاہ جعفری
اسلام اور سائنس	اصغر علی شاہ جعفری
اسلام اور فلسفہ	ملک کریم بخش
علم الکلام	ملک کریم بخش
عالم اسلام کے مسائل ووسائل	پروفیسر محمد نعیم صدیقی
اسلامی اخلاق وتصوف	قدر آفاقی

شیخ محمد بشیر اینڈ سنز
ناشران ومتاجران کتب اردو بازار لاہور